ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
46
www.tanzeem.org
25 صفر المظفر تا 2 ربیع الاوّل 1437ھ/8 تا 14 دسمبر 2015ء

اس شمارے میں

اے اللہ! ہمیں برکت دے ہمارے شام میں!

کفار کا انجامِ آخرت
سورۃ المعارج کی آیات کی روشنی میں

تحریکِ انسدادِ سود

کیوں دب جائے مسلمان

پاکستان کا مستقبل: اسلام یا لبرل ازم؟

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

دین اور عقیدے کا تقدس

اللہ عزوجل نے دین اور عقیدے کا تقدس ہر چیز سے بڑھ کر رکھا ہے۔ اگر عقیدہ اور شعائرِ دین کو جنگ یا زوال کے چیلنج کا سامنا ہو تو زمین، وطن، مال اور جاہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی لیے اللہ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے کہ اگر تقاضا ہو تو عقیدہ اور اسلام کی راہ میں ہر چیز کو قربان کر دیں۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ معنوی قوتیں جو عقیدۂ سلیم اور دینِ حق کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہیں وہ مادی مفادات اور قوتوں کی محافظ ہوتی ہیں۔ جب تک امت اخلاقِ سلیمہ سے بہرہ ور اور دینِ حق پر مضبوطی سے قائم رہتی ہے اس وقت تک اس کا مادی اقتدار بھی وطن، مال اور عزت و عظمت کی صورت میں مستحکم، راسخ اور پائیدار رہتا ہے۔ لیکن جب وہ اخلاقی اعتبار سے کنگال ہو جاتی ہے تو اس کے عقیدے میں بھی استحکام اور پختگی باقی نہیں رہتی اور اس کا مادی اقتدار بھی اضمحلال اور زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ تاریخ اس حقیقت پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ اللہ عزوجل نے یہ اصول پیش کیا ہے کہ اگر تقاضا ہو تو عقیدہ اور دین کی راہ میں مال اور وطن کو قربان کر دیا جائے۔ اسی طریقے سے مسلمان اپنے لیے مال، وطن اور زندگی کی ضمانت حاصل کرتے ہیں، اگرچہ پہلے مرحلے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان تمام چیزوں سے تہی دامن اور محروم ہو چکے ہیں۔

اس حقیقت پر دلیل کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مدینہ کافی ہے۔ ظاہر میں تو اس ہجرت کے ذریعے وطن سے دوری اور محرومی ہو رہی تھی، لیکن حقیقت میں یہ وطن کی حفاظت اور ضمانت کے لیے تھی۔ کسی چیز کی حفاظت کے بعض مظاہر ایسے بھی ہوتے ہیں جو ظاہر میں اس سے محرومی اور مجبوری معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس ہجرت کے چند ہی سال بعد اس دین کی بدولت جس کا آپ نے قلعہ اور حکومت قائم کی، اپنے اسی وطن میں جس سے آپ نکالے گئے تھے، اس حال میں واپس لوٹے کہ آپ کو زبردست قوت و شوکت حاصل تھی اور جن لوگوں نے قتل کرنے کے ارادے سے آپ کے مکان کا گھیرا ڈالا تھا اور آپ کا پیچھا کیا تھا، ان میں سے کوئی بھی آپ کو معمولی تکلیف بھی نہ پہنچا سکا۔

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اللہ کا عذاب اور نعمتیں

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِیل | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات:68 تا 70

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾
اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ
بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾

آیت ۶۸ ﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ﴾ ’’تو کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ دھنسا دے تمہیں کہیں خشکی میں ہی؟‘‘

جب تم جان بچا کر سمندر سے خشکی پر آتے ہو تو پھر اللہ کی ناشکری کرتے ہوئے اس سے منہ موڑ لیتے۔ کیا تمہیں اس بات سے خوف نہیں آتا کہ اگر اللہ چاہے تو تمہیں خشک زمین ہی کے اندر دھنسا دے؟ کیا خشکی پر لوگوں کو موت نہیں آتی؟

﴿اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ﴿۶۸﴾﴾ ’’یا وہ تم پر بھیج دے کنکر برسانے والی تیز ہوا‘ پھر تم نہ پاؤ اپنے لیے کوئی بچانے والا!‘‘

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ چاہے تو سنگریزوں والی خوفناک آندھی سے بھی تمہیں ہلاک کر سکتا ہے۔

آیت ۶۹ ﴿اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ﴾ ’’یا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے کہ وہ پھیر لے جائے تمہیں اسی (سمندر) میں دوسری مرتبہ‘ پھر بھیج دے تم پر ہوا کا زوردار جھکڑ‘‘

﴿فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۶۹﴾﴾ ’’سو تمہیں غرق کر دے تمہارے کفر کی پاداش میں‘ پھر تم نہ پاؤ اپنے لیے ہمارے خلاف اس کی وجہ سے کوئی تعاقب کرنے والا!‘‘

پھر ایسا نہیں کہ کوئی ہم سے باز پرس کر سکے کہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں کیا؟

آیت ۷۰ ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ ’’اور ہم نے بڑی عزت بخشی ہے اولادِ آدمؑ کو‘‘

یہ آیت بہت واضح انداز میں اس حقیقت کا اظہار کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی معراج (climax) انسان ہے۔ اس فلسفے کی وضاحت سورۃ النحل کی آیت ۴۰ کی تشریح کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

﴿وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ ’’اور ہم اٹھائے پھرتے ہیں انہیں خشکی اور سمندر میں‘‘

یہاں ’’ہم‘‘ سے اللہ تعالیٰ کا نظامِ قدرت مراد ہے‘ جس کے تحت بحر و بر میں انسانوں کی مختلف نوعیت کی سرگرمیاں ممکن بنا دی گئیں ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے یہ معاون اور دوستانہ ماحول انسان کو اپنی گود میں اٹھائے ہوئے ہے۔

﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾﴾ ’’اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور انہیں فضیلت دی اپنی بہت سی مخلوق پر‘ بہت بڑی فضیلت۔‘‘

فرمان نبویؐ

خدمتِ خلق کا انعام: جنت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یُرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ))

(مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الشفقۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے کسی امتی کو خوش کرنے کی نیت سے اس کی کوئی حاجت پوری کرتا ہے وہ (دراصل) مجھے خوش کرتا ہے۔ اور جو مجھے خوش کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔‘‘

تشریح: جو شخص خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر کے جنت میں جانے کا شوق رکھتا ہو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد کی خدمت کرے اور ان کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

25 صفر المظفر تا 2 ربیع الاوّل 1437ھ جلد 24
8 تا 14 دسمبر 2015ء شمارہ 46

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور- 54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور- 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! ہمیں برکت دے ہمارے شام میں!

جنگ عظیم اوّل اور دوم یورپ میں عیسائیوں کے درمیان ہوئیں، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان جنگوں کے بدترین متاثرین مسلمان تھے۔ ان جنگوں کے بعد عیسائیوں کے درمیان ایک عرصہ سے جاری جنگ و جدل اور قتل و غارت ختم ہوا، یورپ متحدہ ہو گیا جبکہ مسلمان بدترین انتشار کا شکار ہوئے۔ ترکوں نے خود خلافت عثمانیہ کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ سرزمین عرب کو کیک کی طرح کاٹ کر مختلف ریاستیں قائم کر دی گئیں اور ان ریاستوں میں من پسند ضمیر فروش علاقائی لیڈروں کو ڈکٹیٹروں کی صورت میں مسلط کر دیا گیا۔ اس سرزمین میں اسرائیل کو ایک خنجر کی مانند گھونپ دیا گیا۔ مسلمان ریاستوں کے درمیان گھری ہوئی اس یہودی ریاست کی حفاظت اور سلامتی کا ٹھیکہ نہ صرف یورپ بلکہ امریکہ نے بھی لے لیا۔ مشرقی یورپ میں یوگوسلاویہ کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے مسلمان اکثریت کے علاقے میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں اگرچہ عربوں نے انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کیا لیکن اسرائیل کی فتح میں یورپ اور امریکہ کا بھی ہاتھ تھا۔ اس جنگ میں اسرائیل نے عربوں کے بہت سے علاقے ہتھیا لیے۔ مصر سے صحرائے سینا چھین لیا۔ شام میں گولان کی پہاڑیوں پر قابض ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فتح کردہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا بازیاب کردہ بیت المقدس بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر یہودیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ 1967ء کی جنگ سے پہلے عربوں کا نعرہ تھا: اسرائیل کو نیست و نابود کر دو۔ اس جنگ کے بعد عربوں کا مطالبہ اپنے علاقے واپس لینے تک محدود ہو گیا۔ 1974ء میں مصر اور اسرائیل میں پھر جنگ ہوئی۔ اب کے مصری بڑی جرأت اور بہادری سے لڑے۔ یوں معلوم ہوتا تھا مصری ظفر مند ہوں گے۔ اسرائیل کی وزیر اعظم گولڈا میئر کہتی ہیں کہ میں خودکشی کا سوچ رہی تھی کہ امریکہ جنگ میں کود پڑا اور اس نے اپنے اور اسرائیل کے درمیان اسلحہ اور بارود کا پل قائم کر دیا۔ سیٹلائیٹ سے بھی اسرائیل کی مدد کی۔ یوں عربوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ سوویت یونین مصر کا اتحادی تھا لیکن وہ اس کی مدد کو نہ پہنچا۔ مصری صدر انور السادات پکار اٹھے کہ ہم اسرائیل سے لڑ سکتے ہیں، امریکہ سے نہیں۔ وہ انتہائی بددل ہوئے، اپنی پالیسی کو یوٹرن دیا، کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کیا اور امریکہ کی گود میں جا بیٹھے۔ مصر نے صحرائے سینا تو واپس لے لیا لیکن اپنے نظریات، اپنی سوچ اور اسرائیل دشمنی بیچ ڈالی۔ اس شکست سے انور السادات گھٹنوں کے بل گر پڑے اور اسرائیل کو تسلیم کر لیا۔ انہیں اپنی ذات کے حوالہ سے یہ سودا مہنگا پڑا اور ان کے ہم وطنوں نے، جو دشمن کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر ان سے ناخوش تھے، انہیں سر میدان قتل کر دیا۔ لیکن یہ قتل بھی عربوں کے سیاسی، عسکری اور ذہنی و فکری زوال میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ انور السادات کے بعد فلسطینیوں کے ہردلعزیز لیڈر یاسر عرفات نے ذہنی طور پر شکست تسلیم کر لی۔ بعد ازاں ہر عرب ریاست اور ہر عرب لیڈر امریکہ کے آگے بلاواسطہ اور اسرائیل کے سامنے بالواسطہ جھکتا چلا گیا۔ عراق کا صدر صدام حسین کچھ اکڑ دکھاتا تھا اور مصر کے بعد وہی ایک قوت تھی جو اسرائیل کو کھٹکتی تھی۔ اسے امریکہ نے جھوٹا عذر تراش کر تباہ و برباد کر دیا۔ کسی زمانے میں لیبیا کے کرنل قذافی بھی امریکہ اور اسرائیل کو آنکھیں دکھاتے تھے۔ اسی دور میں انہوں نے مانگ تانگ کر ابتدائی ایٹمی ٹیکنالوجی حاصل کی۔ ظاہراً وہ ایٹم بم بنانے کی طرف بڑھنا چاہتے تھے لیکن حالات اور امریکہ کے تیور دیکھتے ہوئے انہوں نے ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے سے سربازار توبہ کی اور امریکہ کی تسلی اور خوشنودی کے لیے ایٹمی بوریا بستر جہاز میں لاد کر امریکہ بھیج دیا۔ سامراجی قوتوں نے انہیں پھر بھی معافی نہ دی اور اس جرم کی سزا کے

طور پر کہ ایٹمی سوچ کو بھی اپنے اندر پروان کیوں چڑھنے دیا، انہیں ذلیل کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسرائیل کے حوالہ سے اب عربوں کا حال یہ ہے کہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ وہ اس کی نظروں میں پسندیدہ بننے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں۔ شام اسرائیل کے خلاف صرف اس حد تک ڈٹا ہوا ہے کہ وہ اس سے گولان کی پہاڑیاں خالی کرنے کا مطالبہ کرتا چلا جا رہا ہے اور اسرائیل کے حوالہ سے شام اب بھی hard liner ہے، جو مخالفانہ سیاسی بیان بازی کرتا رہتا ہے۔ لیکن شام کی اسرائیل دشمنی مذہبی بنیادوں پر نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ماضی کا سوویت یونین جواب روس تک محدود ہو گیا ہے اپنے ضعف' کمزوری اور عاقبت نااندیش قیادت کی وجہ سے مشرق وسطیٰ سے پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا تھا لیکن پیوٹن کی قیادت میں روس ایک بار پھر اُبھرا ہے۔ اگرچہ مشرق وسطیٰ سے امریکہ کو نکالنا تو ظاہر ہے ابھی اس کے بس کی بات نہیں لیکن وہ شام کی پشت پر زوردار انداز میں کھڑا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شام میں tartus کی بندرگاہ اب مشرق وسطیٰ میں روس کا واحد بحری ٹھکانہ ہے۔ عرب بہار جواب عرب خزاں بن چکی ہے وہ تیونس میں زین العابدین کو، مصر میں حسنی مبارک کو اور یمن میں عبداللہ صالح کو روندتی ہوئی شام پہنچی تو بشار الاسد روسی آشیر باد پر ڈٹ گئے۔ شام کے صدر بشار الاسد جو صدر حافظ الاسد کے بیٹے ہیں' اہل تشیع کے علوی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ شام کا اقلیتی فرقہ ہے۔ اسد خاندان کے یہ باپ بیٹا انتہائی ظالم اور شقی القلب انسان ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے لیے اکثریتی عوام پر بدترین مظالم ڈھائے تھے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ عرب میں جب ڈکٹیٹروں کے خلاف عوامی تحریکیں شروع ہوئیں اور کامیابی سے تخت الٹ دیے گئے تو شام کے عوام بھی بشار الاسد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ امریکہ، روس کے اتحادی بشار الاسد کو نکال کر مشرق وسطیٰ میں روس کے واحد اڈے کو بھی چیلنج کرنا چاہتا تھا۔ علاوہ ازیں سعودی عرب جو مذہبی اختلاف کی وجہ سے شام کے بشار الاسد کا شدید مخالف ہے۔ امریکہ اس پر احسان جتا کر اسے مزید اپنا طفیلی بنانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے اپنی بدترین دشمن تنظیم القاعدہ کی مدد بھی حاصل کی یا صحیح تر الفاظ میں شام میں باغی قوتیں تشکیل دینے میں اس کی مدد کی اور دنیا کے سامنے good Al-Qaida اور Bad Al-Qaida کی اصطلاح سامنے آئی۔ یوں F.S.A یعنی فری سیرین آرمی وجود میں آ گئی۔ ادھر عراق میں صدر صدام کی حکومت ختم کر کے جو مالکی کی حکومت قائم کی گئی تھی، وہ بری طرح ناکام ہو گئی اور صدام کے دور کی بعث پارٹی کے ارکان اور سابق فوجیوں نے ایک جنگجو تنظیم داعش کے نام سے عراق میں قائم کر لی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے عراق کا بہت سا حصہ فتح کر لیا۔ اس تنظیم نے نظامِ خلافت قائم کرنے کا اعلان کر دیا اور اس کے سربراہ ابوبکر البغدادی نے خلافت کی بیعت لینا شروع کر دی۔ امریکہ نے مسلمانوں کو باہم لڑانے کا اچھا موقع سمجھا اور داعش کو خود پھلنے پھولنے کا موقع دیا اور اسے شام کی طرف بھی راستہ دے دیا تاکہ بشار الاسد کے خلاف تحریک تیز کی جائے۔ لیکن روس بشار الاسد کی پشت پر بھرپور انداز میں کھڑا تھا۔

ہماری رائے میں اس مسئلہ پر امریکہ روس رابطہ ہوا اور امریکہ سمجھ گیا کہ روس بشار الاسد کی حمایت میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے رویے میں تبدیلی کی اور بشار الاسد کی حکومت گرانے سے زیادہ مسلمانوں کے باہم خون خرابے پر اپنی توجہ مرکوز کر دی۔ اب وہ کبھی باغیوں کی مدد کر کے شام کی حکومت کو نقصان پہنچاتا ہے اور کبھی داعش پر حملے کر کے بشار الاسد کو تقویت پہنچاتا ہے تاکہ جنگ کسی انجام تک نہ پہنچے اور مسلمانوں میں باہمی قتل و غارت جاری رہے۔ البتہ روس اور ایران واضح طور پر بشار الاسد کے حمایتی ہیں۔ روس داعش اور دوسرے باغیوں پر مسلسل فضائی حملے کر رہا ہے۔ ایران بشار الاسد کی زمینی جنگ میں پوری مدد کر رہا ہے۔ سعودی عرب شام میں باغیوں کی کھلم کھلا پشت پناہی کر رہا ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں سے جنگجو خلافت کے نام کی دلکشی کی وجہ سے داعش کی مدد کے لیے شام پہنچ رہے ہیں۔ داعش اس وقت شام کے ساٹھ فیصد رقبے پر قابض ہے، اگرچہ وہاں آبادی صرف سولہ فیصد ہے۔ سانحہ پیرس کے بعد فرانس بھی شام میں داعش پر بمباری کر رہا ہے، جس سے داعش بہت سے علاقوں سے پسپائی اختیار کر رہی ہے۔ لہٰذا اس وقت شام کی زمینی صورت حال یہ ہے کہ ایک حصہ پر داعش قابض ہے، وسطی شام کے ایک حصہ پر النصرہ فرنٹ کو کنٹرول حاصل ہے، وسطی شام سے حلب کے شہر تک کا علاقہ آزاد فوج کے قبضہ میں ہے۔ اُردنی سرحد کے قریب درعا کا ضلع بھی آزاد فوج کے قبضہ میں ہے۔ دمشق سے لاذقیہ شہر تک بشار الاسد کی حکومت ہے۔ گویا ایسا گنجلک معاملہ ہے کہ کہیں بھی صورت حال واضح نہیں، یہاں تک کہ اس معاملے میں بھی بعض اوقات یہ کنفیوژن پیدا ہو جاتا ہے کہ کون کس کا ساتھی ہے اور کون کس سے لڑ رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی بساط لپیٹ دینے کا وقت قریب آتا محسوس ہو رہا ہے۔ اس آخری وقت میں شام کے کردار پر نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں جن میں صحیح بخاری کی ایک حدیث کے آخری الفاظ ہیں: ''پس جب فتنے رونما ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا''۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: ''اے اللہ ہمارے مکے میں برکت دے' اے اللہ ہمارے لیے برکت رکھ ہمارے مدینہ میں' اے اللہ ہمیں برکت دے شام میں' اور برکت دے ہمارے صاع میں اور برکت رکھ ہمارے مد میں۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ اور عراق میں؟ تو آپؐ نے توجہ دوسری طرف کر لی۔ ان صاحب نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ وہ یہی کہتے رہے ''اور ہمارے عراق میں''، تو آپؐ التفات نہ فرماتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں شیطان کا سینگ طلوع (نمودار) ہوگا''۔ لہٰذا شام میں زمینی حقائق کچھ بھی ہوں دشمنانِ دین جتنا چاہیں مسلمانوں کا خون بہالیں اور ظاہری طور پر وہاں حالات مسلمانوں کے لیے کتنے ہی ناموافق ہو جائیں، آپؐ کی پیشین گوئی صحیح ثابت ہوگی۔ ان شاء اللہ! اس پر ہمارا ایمان سر کی آنکھوں سے نظر آنے والی ہر شے سے زیادہ ہے لہٰذا شام کے حالات سے بالآخر امت مسلمہ کے لیے خیر برآمد ہوگا۔ ان شاء اللہ!

کفار کا انجامِ آخرت

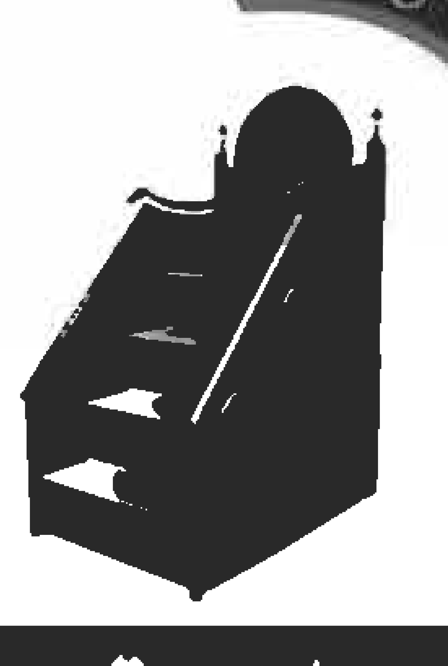

سورۃ المعارج کے آخری رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 20 نومبر 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج سورۃ المعارج کا آخری رکوع ہمارے زیر مطالعہ آئے گا۔ سورۃ المعارج کے پہلے رکوع میں قیامت کا تذکرہ تھا اور پھر قیامت کا نقشہ کھینچ کر بتایا گیا کہ اس دن مجرموں کا حال بہت برا ہوگا' جبکہ مؤمنانہ کردار کے حامل لوگوں کی جنت میں بڑی عزت افزائی ہوگی اور ان کے لیے نعمتیں ہی نعمتیں ہوں گی۔ یہ ساری بات سن کر سردارانِ قریش کو طیش آتا تھا، اس لیے کہ وہ قرآن کو' آنحضور ﷺ کی رسالت کو اور آخرت کو نہیں مان رہے تھے جبکہ انہیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ نہ ماننے والوں کا انجام بہت ہولناک ہوگا اور ان کے برعکس جو ماننے والے ہیں، چاہے سٹیٹس کے اعتبار سے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور وہ غلاموں کے طبقے سے ہیں' اللہ کے ہاں ان کا بہت اونچا مقام ہوگا۔ چنانچہ اگلے رکوع میں اسی کیفیت کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾﴾

"تو (اے نبی ﷺ!) ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ آپ کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔ دائیں اور بائیں سے غول در غول۔"

یہ سب باتیں سن کر ان کا غصہ اور بڑھتا ہے اور وہ آپؐ کو انڈر پریشر کرنے کے لیے سخت الفاظ میں آپؐ کی مذمت کرتے ہیں۔ ان کے رویے سے ایسے لگتا ہے کہ ابھی آپؐ پر پل پڑیں گے اور آپؐ کی تکہ بوٹی کر دیں گے۔

اگلی آیت میں کفار کی دیرینہ خواہش کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾﴾

"کیا ان میں سے ہر ایک واقعتاً اس کا خواہش مند ہے کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کیا جائے گا؟"

یعنی وہ سمجھتے ہیں کہ ہم جنت میں جائیں گے اور ساری نعمتیں ہمارے لیے ہوں گی۔ اگلی آیت میں اس کا جواب بایں الفاظ دیا گیا:

﴿كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾﴾

"ہرگز نہیں! ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اُس چیز سے جس کو وہ جانتے ہیں۔"

یعنی جنت میں جانا، اُن کی خواہش تو ہو سکتی ہے لیکن حقیقت میں اس کا امر واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا انجام تو انتہائی دردناک ہوگا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

مرتب: حافظ محمد زاہد

قرآن مجید میں ان کی ایک ذہنیت کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اول تو آخرت ہے ہی نہیں' اور اگر ہوگی بھی تو وہاں ہمیں ہی نعمتیں ملیں گی۔ ان کا فلسفہ یہ تھا کہ ہمارے اندر کوئی صلاحیت موجود ہے اسی لیے ہمیں دنیا میں اونچا مقام ملا ہوا ہے اور دنیوی نعمتیں بھی ہمارے قدموں میں ہیں جبکہ غریب لوگ اس صلاحیت سے محروم ہیں لہٰذا ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ چنانچہ جیسے دنیا میں ساری نعمتیں ہمارے لیے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی ساری نعمتیں ہمارے لیے ہی ہوں گی۔ یہ سرمایہ دارانہ سوچ ہے جس کا جواب زیر مطالعہ آیت میں بہت عمدہ طریقے سے دیا گیا کہ ہرگز ایسا ہونے والا نہیں ہے۔ یہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں، ان کی تخلیق بدبودار اور لیس دار مٹی سے ہوئی ہے۔ ان کی اصل حقیقت تو یہ ہے' لیکن اللہ نے دنیا میں ان کو دولت دے دی تو یہ فرعون اور قارون بن بیٹھے ہیں۔ اللہ کا بھی انکار کر رہے ہیں' اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ اس ہٹ دھرمی کے باوجود وہ سمجھتے ہیں کہ آخرت اگر ہوگی تو وہاں ساری نعمتیں انہیں ہی ملیں گی۔ قرآن مجید نے ان کی اس ذہنیت پر اس انداز سے کاری ضرب لگائی ہے کہ وہ تلملا اٹھے ہوں گے۔ انہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم سوچو تو سہی کہ تمہاری تخلیق کس چیز سے ہوئی ہے۔ تم تو مٹی سے بنے ہو اور تمہاری نسل گندے پانی کی ایک بوند سے چل رہی ہے جس کا نام بھی زبان پر لاتے ہوئے تم شرماتے ہو۔ لہٰذا تمہاری اوقات یہ ہے اور تم بڑی ڈھٹائی سے اللہ' اس کے رسولؐ اور آخرت کا انکار کر رہے ہو اور پھر بھی جنت میں جانے کے خواہش مند ہو۔ کچھ تو عقل کے ناخن لو۔

کفار مکہ آخرت کے منکر تھے اور ان کا کہنا تھا کہ جب ہم مر جائیں گے اور ہماری ہڈیاں گل سڑ جائیں گی تو پھر ہمیں کیسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس کا جواب اگلی آیات میں دیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾﴾

"ہرگز نہیں! قسم ہے مجھے مشرقوں اور مغربوں کے ربّ کی، یقیناً ہم قادر ہیں اس پر کہ ہم ان کو ہٹا کر ان سے بہتر لوگ لے آئیں اور (اس معاملے میں) ہم ہارے ہوئے نہیں ہیں۔"

ابتدائی دور سے ہی اس آیت (41) کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ پہلا امکان یہ ہے کہ اللہ اس پر قادر ہے

کہ وہ ان کو ہلاک کر دے جیسے پہلی بڑی قوموں کو رسولوں کی تکذیب اور آخرت کے انکار کی پاداش میں ہلاک کیا گیا اور اس کی جگہ کسی اور قوم کو لے آئے۔ دوسرا مفہوم سیاق وسباق سے زیادہ جڑ رہا ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ ان کو اس سے بھی بہتر شکل میں دوبارہ پیدا کر دے۔ انسان کو جب قیامت کے دن دوبارہ پیدا کیا جائے گا تو اس کے اندر بہت سی صلاحیتیں دنیوی زندگی کے مقابلے میں زیادہ اور بہت بہتر ہوں گی۔ ایک تو وہاں موت نہیں آئے گی اور دوسرا یہ کہ پھر نئی کھالیں بھی ان کو عطا کی جائیں گی۔ جہنم کی آگ میں جلنے سے ان کی کھالیں جھلس جائیں گی تو پھر نئی کھالیں ان کو عطا ہوں گی۔ لہٰذا اُس وقت جو جسد دیا جائے گا وہ آج کے جسد سے زیادہ بہتر ہوگا اور اللہ اس پر مکمل طور پر قادر ہے۔

اگلی آیت میں بتایا جارہا ہے کہ اُس دن کسی کے پاس اختیار نہیں ہوگا اور ہر شخص کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی اللہ کے قابو سے باہر نہیں نکل سکتا اور کوئی اسے شکست نہیں دے سکتا۔ فرمایا:

﴿ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾

''(اے نبی ﷺ!) آپ چھوڑ دیجیے انہیں' یہ لگے رہیں بے ہودہ باتوں اور کھیل کود میں یہاں تک کہ یہ ملاقات کریں اپنے اُس دن سے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔''

آج کا اصل فلسفہ یہ ہے کہ دنیا میں موج اڑاؤ اس لیے کہ یہ دوبارہ حاصل نہیں ہوگی۔ لہٰذا کامیاب وہ ہیں جو زیادہ سے زیادہ اس دنیا کو انجوائے کریں۔ حقیقت اور امر واقعہ یہ ہے کہ یہ چند روزہ زندگی فرعون بن کر گزاریں یا قارون بن کر' وہ وقت آ کر رہے گا جب میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ پھر ان تمام مراحل سے گزرنا ہوگا جس کا ذکر قرآن اور احادیث میں تفصیل سے آیا ہے۔ یہ تمام مراحل اہل ایمان کے لیے بہت آسان جبکہ کفار کے لیے بہت ہیبت ناک ہوں گے۔

اگلی آیت میں بتایا جارہا ہے کہ قیامت کے دن جب مجرم لوگ قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کی کیفیت کیا ہوگی۔ فرمایا:

﴿ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ ﴾

''جس دن وہ نکلیں گے اپنی قبروں سے دوڑتے ہوئے' جیسے کہ وہ مقرر نشانوں کی طرف بھاگے جا رہے ہوں۔ ان کی نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی ہوں گی' ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

یعنی قبروں سے اُٹھ کر میدانِ حشر کی طرف بے اختیار دوڑ رہے ہوں گے جبکہ شرمندگی' خوف اور وحشت سے ان کی کیفیت یہ ہوگی کہ ذلت ورسوائی ان کے چہروں سے عیاں ہو رہی ہوگی۔

سورت کے آخر میں وہی بات آ گئی ہے جو سورت کے آغاز میں تھی۔ کفارِ مکہ پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی اور وہ عذاب کب آئے گا جس سے تم ہر وقت ہمیں ڈراتے رہتے ہو۔ اس سوال کا تذکرہ سورت کی پہلی آیت میں تھا اور اس کا جواب سورت کی آخری آیت میں بایں الفاظ دے دیا گیا: ﴿ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ ﴾ ''یہ ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے نصیحت حاصل کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

پریس ریلیز 4 دسمبر 2015ء

بنگلہ دیشی وزیراعظم اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنے کے لیے جماعت اسلامی کے لوگوں کو سزائے موت دے رہی ہے

امریکہ ہو یا روس سب اسلام دشمنی میں متحد ہیں۔ شام کی جنگ میں دونوں طرف سے مسلمان ہی ہلاک ہو رہے ہیں

پاکستان نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو شام جیسے حالات یہاں پر بھی پیدا ہو سکتے ہیں

حافظ عاکف سعید

بنگلہ دیش میں جماعت اسلامی کے ارکان کو پاکستان کی حمایت کے الزام میں سزائے موت دینا 1974ء کے سہ فریقی معاہدے کی خلاف ورزی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کی وزیراعظم حسینہ واجد محض بھارت اور اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنے کے لیے جماعت اسلامی کے لوگوں کو اس الزام پر کہ اُنہوں نے 1971ء میں پاک فوج کی حمایت کی تھی سزائے موت دے رہی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ 1974ء میں پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ 1971ء کی جنگ کے حوالے سے کوئی بھی ملک کسی قسم کی انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ بنگلہ دیش کی وزیراعظم حسینہ واجد بڑی گھٹیا حرکتوں پر اُتر آئی ہیں۔ شام میں خانہ جنگی پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو اُن کی بداعمالیوں کی سزا مل رہی ہے۔ امریکہ ہو یا روس سب اسلام دشمنی میں متحد ہیں۔ شام میں جنگ بڑی قوتوں کے مفادات کی جنگ ہے۔ اس میں دونوں طرف سے مسلمان ہی ہلاک ہو رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر پاکستان نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو شام جیسے حالات پاکستان میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ پاکستان ایک اسلامی ایٹمی قوت ہے جو دشمنوں کو کسی صورت قبول نہیں۔ وہ پاکستان کو اس صلاحیت سے محروم کرنے کے لیے پاکستان کو بھی عدم استحکام سے دوچار کر سکتے ہیں۔ اس صورتحال سے بچنے کے لیے پاکستان کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دے کر پاکستان کو اسلامی ریاست بنانے کا وعدہ پورا کرنا ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

تنظیم اسلامی کے بینر تلے سود کے خلاف عوامی مہم ــــ اور

تحریکِ انسدادِ سود

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کا حرمت سود پر خصوصی خطاب

سود کے حوالے سے سپریم کورٹ کے جج کے ریمارکس ''سود لینے والوں کو اللہ پوچھے گا!'' اور امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کی طرف سے سود کے خلاف دائر کی گئی پٹیشن کے خارج ہونے پر تنظیم اسلامی نے پاکستان بھر میں سود کے خلاف ایک بھرپور تحریک چلانے اور سود کی شناعت اور اس کے دینی و دنیوی نقصانات کے حوالے سے لوگوں کو آگاہی دینے کے لیے ایک عوامی مہم کا آغاز کیا ہے۔ اسی سلسلے میں پندرہ نومبر کو قرآن آڈیٹوریم میں ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس میں الحمدللہ کثیر تعداد میں مرد و خواتین نے شرکت کی۔

عوامی آگاہی کے حوالے سے ایک مسلمان معاشرے میں موجود دینی طبقات کی اصل ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ مسلمان معاشرے میں پوری ریاست کا نظام اللہ کی حاکمیت پر مشتمل ہو۔ اس کا معاشی نظام سود، سٹہ اور حرام کی ہر شکل سے پاک ہو۔ اس کا معاشرتی نظام اسلامی اصولوں پر وضع کردہ ہو۔ چیزوں کا معروف اور منکر قرار پانا اسلامی بنیادوں پر ہو اور مسلمان معاشرے میں چیزوں کا جائز اور ناجائز قرار دیا جانا اسلامی تعلیمات کے دائرے میں ہو۔ اسی طرح اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ایک اسلامی اور مسلمان ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ معاملہ ریاست کی سطح پر آج دنیا میں کہیں ہے ہی نہیں۔ نہ پاکستان میں ہے اور نہ کسی اور ملک میں۔ آنحضور ﷺ نے جب دین قائم کیا تھا تو ریاست کی سطح پر مکمل اسلامی نظام رائج کیا اور اسی نظام کو پھر صحابہ کرام ؓ آگے لے کر چلے ہیں۔ علاقے فتح ہوتے اور وہاں اعلان ہو جاتا کہ آج سے یہاں پر رب العالمین کا نظام رائج ہوگا۔ اب یہاں بے حیائی، فحاشی اور عریانی کا نام و نشان نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس نظام میں سودی معیشت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ اسلامی ریاست ہو اور اس کی معیشت سود پر مبنی ہو!

آج پوری دنیا میں ایسی کوئی اسلامی ریاست موجود نہیں ہے جس میں اللہ کا نظام غالب ہو تو پھر دوسرا کام یہ ہے کہ معاشرے میں موجود دینی طبقات کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خیر کی طرف لوگوں کو راغب کریں، خیر کی باتیں لوگوں تک پہنچائیں اور منکرات سے منع کریں۔ جو منکر پھیلتا ہے اگر اس کو شروع میں روکا نہ جائے تو وہ آگے بڑھتے بڑھتے ایک بہت بڑا اور لاعلاج مرض بن جاتا ہے۔ بدعات اولاً تو چھوٹے سے پیمانے سے شروع ہوتی ہیں، لیکن اگر وقت پر ان کو روکا نہ جائے تو پھر ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کسی بھی اسلامی معاشرے میں مسلمانوں اور خاص کر علماء اور اہل دین کا کام یہ ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے معاشرے کی افراد کی اصلاح کرتے رہیں۔

امر المعروف اور نہی عن المنکر فرض کے درجے میں ہے اور اس فریضہ میں کوتاہی برتنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ بنی اسرائیل (یہود) کے جن گناہوں اور جرائم کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے: ﴿كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ﴾ (المائدۃ:79) ''یہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے اُن منکرات سے جو وہ کرتے تھے''۔ یہ سورۃ المائدہ کی آیت ہے اور سورۃ المائدہ میں ہی اللہ کی حاکمیت، اسلامی ریاست اور دین اسلام کی تکمیل کا ذکر ہو رہا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾ (آیت 3)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے ورتم پر اِتمام فرما دیا ہے اپنی نعمت کا اور تمہارے لیے میں نے پسند کر لیا ہے اسلام کو بحیثیت دین کے۔''

شریعت کے مکمل ہونے کا اعلان ہو گیا تو اب اس کے مطابق نظام کو بھی ترتیب دینا ہوگا اور دین کے فروغ کے لیے معاشرے کے اندر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بھی کرنا ہوگا۔ چنانچہ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم معاشرے میں پھیلتے ہوئے منکرات کو روکیں اور لوگوں کو بتائیں کہ وہ کدھر جا رہے ہیں۔ انہیں بتائیں کہ یہ سودی معیشت اللہ کی نگاہ میں کتنی مکروہ اور قابل نفرت ہے۔ انہیں باور کرائیں کہ فحاشی اور عریانی ابلیس کے ہتھیار اور ابلیسی معاشرت کا حصہ ہیں۔ ہمیں یہ کام بہرصورت کرنا ہوگا اس لیے کہ بنی اسرائیل کے علماء اور صوفیاء اسی ذمہ داری کو نہ ادا کرنے کی صورت میں راندۂ درگاہ ہوئے ہیں۔ لہٰذا اسلامی معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سب پر عائد ہوتی ہے اور خاص کر یہ کام منبر و محراب کا ہے۔ چنانچہ خطبات جمعہ کے ذریعے انہی چیزوں کی دعوت دی جائے، قرآنی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے، نیکی کی دعوت دی جائے اور منکرات سے روکا جائے۔

الحمدللہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قائم کردہ تنظیم اسلامی یہ فریضہ کئی عشروں سے سرانجام دے رہی ہے اور اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اللہ کا دین اور اُس کا نظام اس ملک میں قائم اور غالب ہو۔ چونکہ اس وقت اس ملک میں اللہ کا نظام غالب نہیں ہے تو اس کے لیے مل جل کر جدوجہد کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور لوگوں کو ذہناً اس کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اللہ کی رحمت اور نصرت تبھی ہمارے شامل حال ہوگی جب ہم اللہ کے دین کو قائم کریں گے۔ لہٰذا اللہ کے نظام کو اس ملک میں قائم کرنے کے لیے کوشش کرنا ہر مخلص مسلمان پر لازم ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اللہ کا دین قائم نہیں ہے اور یہاں اللہ کے باغیوں کا قانون چل رہا ہے اور شیطانی تہذیب نافذ کر دی گئی ہے۔ اب اللہ، اللہ کے دین اور اللہ کے رسول ﷺ کے وفاداروں کی بنیادی ذمہ داری یہ بنتی ہے کہ اس نظام کو بدل کر اللہ کے دین کو قائم اور غالب کرنے کی کوششوں میں شریک ہوں اور اس کے ساتھ عوام کی اصلاح کے لیے نہی عن المنکر کا کام کریں۔

چنانچہ آج کے دور کے تین بڑے منکر ہیں جن کے خلاف الحمدللہ تنظیم اسلامی کام کرتی رہی ہے اور اس کے لیے مختلف انداز ہم اختیار کرتے رہے ہیں۔ پلے کارڈز کے اوپر منکرات کے خلاف پورا پیغام لکھ کر کسی بھی بڑی سڑک کی

ایک سائیڈ پر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں کو تکلیف بھی نہیں ہو رہی اور لوگوں تک پیغام بھی پہنچ رہا ہے۔ پھر ہینڈ بلز اور فولڈرز تقسیم کر رہے ہیں۔ سیمینار منعقد کیے جا رہے ہیں، اس طرح اور بہت سے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔

یہ تین بڑے منکرات کون سے ہیں؟ سب سے بڑا منکر یہ ہے کہ یہاں اللہ کی حاکمیت نہیں ہے اور ہم غیر اللہ کے نظام کے تحت جی رہے ہیں۔ ہمارے دستور میں اللہ کی حاکمیت کا اعلان تو ہے' لیکن عملاً اللہ کی حاکمیت یہاں نہیں مانی جا رہی۔ اور اب تو ہمارے دستور کی کسٹوڈین ہماری عدالتوں نے بھی دستور کی اہم ترین شقوں میں اسلامی دفعات کو شامل ہی نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ دستور کی اہم ترین اور بنیادی شقیں' جن کو بدلا نہیں جا سکتا' ان کا تعلق اس سے ہے کہ (1) اس ملک کے اندر جمہوریت رہنی چاہیے' (2) پارلیمانی نظام ہونا چاہیے' اور (3) عدلیہ آزاد ہونی چاہیے۔ ان کے علاوہ باقی تمام شقوں میں ترمیم کی جا سکتی ہے۔ گویا ہماری عدلیہ نے یہ طے کر دیا کہ اس دستور میں اسلامی شقیں بنیادی نہیں ہیں۔ لہٰذا جو یہ سمجھتے تھے کہ ہمارا دستور اسلامی ہے تو وہ اب ذرا اپنی سوچ پر غور کریں' اس لیے کہ ہماری عدلیہ کے فیصلوں نے اس کی حیثیت کو بالکل مشکوک بنا دیا ہے۔

بہر حال دستور اسلامی ہے یا نہیں' یہ الگ بحث ہے' لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس ملک میں نظام کی سطح پر اسلام ہے ہی نہیں۔ نہ معاشرتی نظام اسلامی ہے' نہ معاشی نظام اسلامی ہے اور نہ سیاسی نظام حقیقی طور پر اسلامی ہے۔ کوئی مان بھی لے کہ جمہوریت کی اسلام میں گنجائش ہے تو پھر بھی جو جمہوریت ہمارے ہاں چل رہی ہے' وہ غیر اسلامی ہے اور یہی حقیقت ہے۔ چنانچہ اس منکر کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا مسلمانوں کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ لوگوں کو بتانا چاہیے کہ جس علاقے میں ہم رہ رہے ہیں، وہاں اللہ کا دین قائم اور غالب نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کو مانتے ہیں لیکن ہم اللہ کی حکومت کو نہیں مانتے۔ ہم تو یہاں انگریز کے قانون کے تحت پچھلے ستر سال سے رہ رہے ہیں۔ بہر حال غیر اللہ کی حاکمیت سیاسی سطح پر سب سے بڑا منکر ہے' جبکہ معاشرتی سطح پر سب سے بڑا منکر بے حیائی اور فحاشی ہے۔ اس حوالے سے آج کا معاشرہ جس سطح پر جا رہا ہے اس پر تو ابلیس رقص کرتا ہو گا۔ وہ جو چاہتا تھا' آج ساری دنیا اسی رخ پر ہے یہاں تک کہ مسلمان بھی اب اسی رخ پر جا رہے ہیں۔ اسی طرح معاشی میدان میں سب سے بڑا منکر سود ہے۔

ان تینوں منکرات کے حوالے سے ہماری مہمات الحمدللہ وقتاً فوقتاً چلتی رہتی ہیں' لیکن اس وقت سودی معیشت کے خلاف پوری قوت سے قدم اٹھانے کا پروگرام ہے۔ ان شاء اللہ سود کے خلاف عوامی مہم کو تیز کریں گے اور اسے ایک تحریک کے انداز سے آگے لے کر چلیں گے۔ اس حوالے سے خاص طور پر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ بھی اس مہم میں شریک ہوں۔

سود کے حوالے سے آگاہی پیدا کرنے کے لیے تنظیم اسلامی نے دو پمفلٹ تیار کیے ہیں۔ ایک فولڈر ٹائپ ہے جس میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں سود کی شناعت کو بیان کرنے کے ساتھ سود خور کی دوزخ میں سزا' سودی نظام کی حقیقت اور اس حوالے سے باقی جزئیات کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح ایک ہینڈ بل ہے جس میں پاکستان میں سود کے خاتمے کے حوالے سے قانونی اور دستوری سطح پر ہونے والی کوششوں کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس وقت ہم عام کر رہے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں میں مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ اسی طریقے سے ایک کتابچہ بھی تنظیم اسلامی نے شائع کیا ہے: ''سود: حرمت، خباثتیں اور اشکالات''۔ یہ کتابچہ بھی بڑے پیمانے پر لوگوں میں فری تقسیم کیا جائے گا۔ سودی معیشت کے حوالے سے بہت سے سوالات اور اعتراضات کیے جاتے ہیں تو ان سب کا جواب اس کتابچہ میں موجود ہے۔ چنانچہ سود کی حقیقت' اسلام میں سود کی خباثت وشناعت اور اس پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات کے سلسلے میں یہ بہترین ڈاکومنٹ ہے۔

اب آتے ہیں سود کی خباثت اور شناعت کی طرف۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں جن سخت الفاظ کے ساتھ ہوا ہے اس سے زیادہ سخت الفاظ کسی اور گناہ کے لیے نہیں آئے ہیں: ﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ۚ﴾ (البقرۃ:279) ''پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے''۔ اسی طرح احادیث میں بھی سود کے خلاف جو سخت الفاظ آئے ہیں' اتنے سخت الفاظ کسی اور گناہ کے لیے نہیں آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّہٗ)) (ابن ماجہ)

''سود خوری کے گناہ کے ستر حصے ہیں۔ ان میں ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے!''

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ جان بوجھ کر سود کا ایک درہم کھانا 36 مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اب اکثر لوگوں کے ذہن میں یہ بات آتی ہو گی کہ اتنے سخت الفاظ (جن کو زبان پر لاتے ہوئے بھی انسان جھجکتا ہے) کی وجہ کیا ہے۔ ذرا غور کیا تو اندازہ ہوا کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اُس زمانے میں عام طور پر سود کو گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا تھا اور اسے تجارت کی طرح سمجھا جاتا تھا' لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسا انداز اختیار کیا کہ جس کو پڑھ کر یا سن کر انسان کی روح ایک بار کانپ اُٹھتی ہے۔

آج بھی یہی کہا جا رہا ہے کہ سود اور تجارت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عام طور پر منطق یہ پیش کی جاتی ہے کہ کسی شخص نے ایک گلاس ہول سیل مارکیٹ سے دس روپے کا لا کر اپنے محلے کی دوکان پر پندرہ روپے کا بیچ دیا ہے تو اس نے پانچ روپے کا نفع کما لیا۔ بالکل اسی طریقے سے اگر کسی شخص نے کسی کو دس روپے قرض دیا اور کہا کہ ایک ہفتے کے بعد پندرہ روپے واپس کرنے ہیں تو اس میں بھی اس نے پانچ روپے منافع کمایا' لہٰذا تجارت اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے اندر انتہا درجے کی قباحت ہے جو آج دنیا پر واضح ہو چکی ہے۔ وہ اپنی جگہ ایک مستقل موضوع ہے' اس وقت میں صرف حوالہ دوں گا کہ یہ سودی نظام ہی ہے جس کی وجہ سے آج پورا عالم پنجۂ یہود میں ہے۔ اسی سودی نظام کی وجہ سے کچھ طبقات تمام وسائل پر قابض ہو کر دوسرے لوگوں کو انتہائی محروم کر کے چھوڑتے ہیں اور پھر اس کے نتیجے میں انسان' انسان نہیں رہتا' حیوان بن جاتا ہے۔

اس حوالے سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا کہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم دو دھاری تلوار ہے' یعنی یہ دونوں طرف سے کاٹتی ہے۔ ایک طرف ارتکاز دولت ہو گا اور ارتکاز دولت کی وجہ سے انسان بھیڑیا بن جاتا ہے۔ اور دوسری طرف محرومی ہو گی' لوگ سطح غربت سے بھی نیچے چلے جاتے ہیں تو اس طرح وہ بھی حیوان بن جاتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے محنت کر رہے ہیں جیسے کولہو کا بیل کام کرتا ہے اور مشکل سے دو وقت کی روٹی حاصل کر سکتے ہیں۔ اب وہ بیچارے کہاں سوچیں گے کہ دینی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں' نیکی کیا ہوتی ہے' تعلق مع اللہ کیا ہوتا ہے' محبت

رسول ﷺ کے تقاضے کیا ہیں' اور اس اُمت کا مشن کیا ہے۔

آج آپ دیکھ لیں کہ پاکستان کی آبادی بہت تیزی سے سطح غربت سے نیچے جا رہی ہے۔ یعنی انہیں دو وقت کی روٹی بھی بمشکل میسر آتی ہے۔ اب ایک طرف یہ غربت کے مارے ہیں، جبکہ دوسری طرف درندے ہیں۔ سود کی وجہ سے انسان کی روح اور باطن بالکل تاریک ہو جاتا ہے اور وہ انسانی شکل میں درندے ہوتے ہیں۔ آج یہ عالمی بھیڑیے ہیں جو ساری دنیا کا استحصال کر رہے ہیں اور ہم تو ان کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ مزید قرضہ ملنے پر خوشیاں مناتے ہیں حالانکہ اس طرح ہم ان کی غلامی میں مزید جکڑے جا رہے ہیں۔ یہ ساری دولت اللوں تللوں میں جائے گی اور عام آدمی کو اس سے پھر بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ ہے وہ نظام ابلیس جس کے لیے سب سے بڑا ہتھیار یہ سودی نظام ہے جو انسان کو شرف انسانیت سے محروم کر دینے والا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی: Economic Hit Man۔ اس کا مصنف ''جان پرکنز'' ہے۔ جو بڑے بڑے عالمی مالیاتی اداروں میں کام کرنے والا تھا۔ اللہ نے اس کے ضمیر کو زندہ کیا اور اس نے یہ کتاب لکھی ہے کہ سودی نظام کے ذریعے سے کس طریقے سے انسانوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ وہ کتاب پڑھنے کے لائق ہے۔ اس نے بالکل یہی بات کی ہے کہ سودی نظام کے ذریعے انسانوں کو بالکل حیوان بنا دیا گیا ہے اور اسی کے ذریعے پوری پوری قوموں کو اپنے شکنجے میں جکڑا گیا ہے۔

یہ ہے وہ سودی نظام' جس کو عام طور پر ہم گناہ سمجھتے ہی نہیں ہیں حالانکہ رب العالمین اور رحمۃ للعالمین دونوں نے اس برائی کو واضح کرنے کے لیے ایسے سخت الفاظ بیان کیے ہیں کہ انسان کو ایک دفعہ جھرجھری آ جاتی ہے۔ اس کے باوجود ہم بڑی ڈھٹائی سے کہتے پھرتے ہیں کہ تجارت اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے' لیکن حقیقت میں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ آج باقی لوگوں کو سمجھ میں آ رہا ہے کہ سود کی اتنی قباحت کیوں بیان ہوئی ہے' لیکن مسلمانوں کو ابھی بھی سمجھ میں نہیں آیا اور ہماری حکومتیں بھی اس کو نظر انداز کر رہی ہیں۔

تنظیم اسلامی نے سب سے بڑے معاشی منکر ''سود'' کے خلاف عوامی مہم اور ایک بھرپور تحریک کا آغاز کیا ہے۔ میری آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ بھی بالفعل اس میں شریک ہوں اور دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس ملک کی معیشت کو سودی نظام سے پاک کر دے۔ آمین! (مخلص: حافظ محمد زاہد)

کیوں دب جائے مسلمان

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

فرانس حالتِ غم میں ہے۔ دو ہفتے بعد 130 مرنے والوں کے لیے میموریل سروس سے خطاب کرتے ہوئے فرانسیسی صدر نے ایک مرتبہ پھر مرثیہ خوانی کرتے ہوئے وہی زبان اختیار کی ہے جو مسلسل کرتے چلے آئے ہیں۔ فرانس اور بماکو (مالی) میں امریکن ہوٹل پر حملے میں یہ لب ولہجہ تھا: وہ کہتے ہیں ہم آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔ وہ اصل میں قاتل ہیں۔ وہ ہر اس شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہیں جو ان کا نظریہ شیئر نہیں کرتا۔ وہ مذہب کا نام لیتے ہیں۔ وہ آئیڈیل، مثالی زندگی کا نام لیتے ہیں حالانکہ یہ صرف مرنا مارنا ہے۔ ہمیں ان سے لڑنا ہے، قومی اور عالمی سطح پر۔

کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ سچ بآواز بلند کہا جائے؟ مخصوص حلقوں اور طبقوں کی ہم بات نہیں کر رہے (جو ہر مسلم ملک میں موجود ہیں) جن کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ ہر آزاد دل، دماغ، ضمیر رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے، نجی محفلوں میں مانتا ہے مگر اونچی آواز سے کہتا نہیں ہے۔ یہ گھسا پٹا شعر حرف بہ حرف اسلام اور کفر کے مابین اس جنگ میں نائن الیون سے آج تک سچا ثابت ہوا ہے۔

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

کیونکہ چرچے کے بھونپو (میڈیا) سب انہی کے قبضے میں ہیں۔ 130 کا عدد لاکھوں پر بھاری ہو جاتا ہے۔ لگتا ہے قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ اڑھائی لاکھ شامیوں کا قتل، اڑھائی افراد کے قتل کی طرح بے وقعت ہوتا ہے۔ ان 130 میں کوئی بچہ نہیں تھا (کیونکہ بچے ان کے ہاں ہوتے نہیں ہیں) جبکہ شام میں پھولوں کی بھاری بھرکم تعداد مسلی روندی گئی۔ ایلان کردی ایک بچہ تھا انہی میں سے۔ ان عالمی طاقتوں کی ناک کے نیچے شامی قصاب بشار الاسد نے ممنوعہ نیپام بموں، تباہ کن نیوکلیئر ڈیپلیٹڈ ممنوعہ بموں، کیمیائی بموں، سفید فاسفورس کا استعمال کیا۔ نیٹو، امریکہ، روس، فرانسیسی، ایرانی طیارے پھول نہیں برسا رہے۔

اب جو بدلتے موسموں کے غم میں عالمی کانفرنس 2015ء بلائی گئی ہے اس میں کہیں بھی دنیا میں ان تمام ممنوعہ موادوں کا ٹنوں استعمال (مسلمان ممالک کی زمینوں پر) کا تذکرہ نہیں ہوگا۔ یہ موسمیاتی تبدیلیوں میں کیا قہر برپا کرتے ہیں؟ ماحولیاتی آلودگی میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے؟ شہ سرخیوں میں اشارہ تک نہ ہوگا، حالانکہ سائنس کی ابجد سے واقف شخص بھی بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

ان کی ماحولیاتی سائنس میں بھی فراڈ ہیں کیونکہ ہتھیار سازی امریکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس سے مسلمانوں کی ہڈی پسلی لگے ہاتھوں ایک کر دی جائے تو امریکی موسموں میں خوشگواری کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ رہی یہ بات کہ چارلیوں کو چارلی بنا دینے والے جھوٹے ہیں، قاتل ہیں اور آپ سب؟ گورے کے گورے ہی رہے؟

خنجر پہ کوئی داغ نہ دامن پہ کوئی چھینٹ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!

بش، بلیئر، اوباما، کیمرون، سرکوزی، اولاندے شاندار ہائی ٹیک دستانے پہن کر لاکھوں کا ہلاکو خانی قتل کر کے بھی پاک دامن رہتے ہیں۔ مسلمان جھوٹے قرار پا گئے۔ باوجودیکہ عراق پر بولے گئے جھوٹ پر دنیا کے چوراہے میں بیٹھ کر گلوبل چودھریوں نے خود اقرار کیا تھا۔ سو یہ دونوں الزام انہی پر لوٹ گئے۔ جنگی جرائم کا شفاف (ٹربیونل اگر!) (اے بسا آرزو کہ خاک شدہ) بنے تو ان بڑے ناموں میں سے ایک ایک بشمول مسلم ممالک کی خونخوار کٹھ پتلیوں کے جنگی مجرم قرار پائیں۔ ان کا یہ کہنا کہ

وہ ہراس شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہیں جوان کا نظریہ شیئر نہیں کرتا۔ یہ مسلمانوں کی نہیں آپ کی حقیقت ہے۔ یہ جنگیں نظریہ شیئر نہ کرنے پر آپ نے شروع کیں۔ کتنے مسلمان ممالک نے خواتینِ مغرب کی برہنہ ٹانگوں پر جرمانہ عائد کیا؟ قوانین بنائے؟ ہراساں کیا؟ اسلاموفوبیا کی بیماری کا شکار کون ہے؟ پورا مغرب اسلام، مسلمان، حجاب، ڈاڑھی، مسجد سے نفرت، خوف اور ضد کے مرض میں مبتلا ہے۔ 2 ہفتوں میں برطانیہ میں مسلمانوں کے خلاف حملوں اور تشدد میں 300 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ پیرس حملوں کے بعد فرانس میں 115 تشدد کے واقعات تہذیب کی معراج پر ایستادہ فرنچ نے کیے۔ پیرس حملوں سے پہلے جرمنی میں 6 ماہ میں مساجد اور اسلامی مراکز پر 23 حملے ہو چکے تھے۔ مرنجاں مرنج سوئٹزر لینڈ میں، جو مسلمانوں کے پیسے سوئس بینکوں میں دابے بیٹھا ہے (مسلم ممالک میں مغربی استعمار کے نمائندے جنہیں ہمارے اموال لوٹنے کی کھلی چھٹی عالمی چودھریوں نے دی ہے) یہ سوئٹزر لینڈ، آنجہانی جنیوا کنونشنز اور عالمی حقوق انسانی کی تنظیموں کا چیمپئن، برقعے پر 10 ہزار ڈالر جرمانہ عائد کر چکا ہے۔ عوامی مقامات پر آپ برہنہ تو گھوم سکتے ہیں، ڈھانپ کر نکلنے کی مسلم جسارت کی تو جرمانہ بھرنا ہوگا! یہ ہیں سیکولرازم کے مائی باپ! حیاباختہ عورت کے محافظ، حیادار عورت کی جان کے دشمن! مصری باحجاب مروہ شربینی کو اس جرم میں یورپ نے قتل کیا۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی پر سرتاسر جھوٹ گھڑ کر مبنی بر ظلم سزا آپ نے سنائی تھی۔

گریبان میسر ہو تو جھانکیے! مسلمان دیوانے ہو کر کب کب اٹھے اور کیوں اٹھے؟ آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام نہ لیجیے۔ چارلی ایبڈو کی دریدہ دہنی اور اس کے بعد سینہ تان کر عالمی لیڈروں کی چارلی واک اگر بار بار آپ کو چارلی بنانے پر تل جائے تو شکوہ کیونکر؟ مالی میں امریکن ہوٹل پر حملہ کیوں ہوا؟ کیا اس کے پسِ پردہ کہانیاں منظر عام پر لانا چاہیں گے؟ الجزیرہ نے صرف ایک محتاط دستاویزی فلم ''صحارا کے یتیم (Orphans of Sahara) بنائی ہے۔ درد دل رکھنے والے ہر انسان اور ایمان کی ادنیٰ رمق والے مسلمان کو خون کے آنسو رلانے کو کافی ہے۔ پوری مسلم دنیا کی کالونیاں بنا کر ان پر کرزئی، السیسی نما گماشتے لٹیرے مقرر کر کے قذافی، حافظ الاسد، بشار الاسد، حسنی مبارک جیسے درجنوں لیڈروں کی ظالم و جابر یا احمق غلاموں کی فہرست۔ مسلمانوں کے وسائل لوٹ کر گورے کھا گئے، جو بچے ان سے ان حکمرانوں نے اربوں لوٹے۔ ڈیڑھ ارب مسلمان، جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات بھگتتے رہے۔ یہی کہانی نائیجر، مالی میں رلتے کیڑے مکوڑے کی سطح پر زندگی بسر کرتے مسلمانوں کی ہے۔ نائیجر میں 80 فیصد ناخواندہ، 90 فیصد بجلی سے محروم ہیں جبکہ انہی کی سرزمین پر فرانسیسی استعمار 40 سال سے قیمتی ترین یورینیم کے (اربوں ڈالر) ذخائر لوٹ رہا ہے۔ وہاں بھی

دن پھرے ہیں فقط وزیروں کے
پاؤں ننگے ہیں بے نظیروں کے!

ہونٹوں پر پیاس کی پپڑیاں جمی ہیں۔ پیٹ فاقوں سے پچکے ہوئے ہیں۔ صحارا کے باسیوں کو چند کنویں کھود کر پیاس کا مداوا کرنے کی توفیق بھی ان عالمی سائنس ٹیکنالوجی کے فرانسیسی پردھان منتریوں کو نہیں ہے۔ یہ مسلم علاقہ (تقسیم در تقسیم کیا گیا صحارا) کن کا مسکن ہے؟ طوارق کا! ہمارے ہیرو فاتحِ سپین طارق بن زیاد کے بربر قبیلے کا جو امتِ مسلمہ کی آنکھوں کا تارا تھا!

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہو بے داغ ضرب ہو کاری!

کفر نے دو انتظام کیے۔ قبائل (غوہر، جنگجو) پاکستان کے ہوں، یمن، نائیجر، مالی، کردوں کے۔ انہیں بدرجۂ اولیٰ تباہ کیا، نشانہ بنایا۔ شباب اور بے داغ؟ شباب کو راگ رنگ میں الجھایا۔ شیشہ پینے کے مرغولوں، موبائل، نیٹ کی فحش کاریوں میں غرق کر کے بہت سے اسباق پڑھا دیئے جن میں سے ایک بار بار پڑھایا کہ: داغ تو اچھے ہوتے ہیں۔ داغوں کی کہانیاں پھر قائد اعظم یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم کی طالبہ، سی ایس ایس کرنے کے راستے میں داغدار کر کے تیسری منزل سے پھینک کر چکنا چور کر دی جاتی ہے تو بے داغ شباب کے متمنی خون کے آنسو روتے ہیں! ذہین نوجوانوں کو گریڈوں ڈگریوں نے ماؤف کر دیا کہ پلٹ کر نہ دیکھیں آقا کیا کر رہے ہیں۔ ضرب کاری والوں کے شباب داغوں سے بھی بھرے اور جو بچے انہیں بلاّ تھما کر گیند نشانے پر لینے کو لگا دیا۔ اس سے بے پناہ پیسہ کیوں نتھی کیا گیا؟ تاکہ کاری ضرب کفر کا نشانہ لینے کے خواب نہ دیکھے!

طارق بن زیادؒ سے جو بدلہ لیا وہ اس دستاویزی فلم میں دیکھ لیں۔ صلاح الدین ایوبیؒ سے بدلہ لینے کو کردوں کو پانچ ملکوں میں تقسیم کر کے قوم پرستی میں الجھا کر ان کی کاری ضرب کا مداوا کر دیا۔ فقیر اپیؒ کی نسلوں کو دربدر کیا۔ تآنکہ اسلام آباد کی سب سے ٹوٹی پھوٹی سڑک کا نام اس عظیم مجاہد کے نام پر ہے (امریکی پالیسی کے مطابق اس سڑک کی مرمت نہیں ہو سکتی)۔ اس کے اطراف آباد اپیؒ کے قبائل کے کچے گھروں کو بھی خوبصورت شہر کے حسن کو قائم رکھنے کو مسمار کر دیا! اور باغیرت جنگجو غیور افغان۔ تین سپر پاوروں کے فاتحین سے بھی بدلہ چکانے کو اپنی سی تو کر گزرے۔ مگر منہ کی کھائی!

سو جب وہ ماتم مچاتے ہیں کہ ہماری اقدار پر حملہ ہوا تو بہت کچھ سوچنا ان کے بھی ذمے ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کون سی اقدار؟ برہنگی؟ حرام بچے؟ ہم جنس پرستی؟ تفریحاً جنس بدلنا؟ شام؟ غزہ؟ کشمیر؟ برما کے مظالم کی سرپرستی؟ یہ ہے عالمی منظرنامہ! رہا پاکستان تو باقی ان شاء اللہ آئندہ! صرف صدر صاحب سے گزارش ہے کہ غیراز دہی بڑے سود جیسے حساس موضوعات سے نہ کھیلیں تو ہم ممنون ہوں گے!

کیوں کر خس و خاشاک سے دب جائے مسلماں
مانا وہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں!

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ تین بچیاں، ایک کی عمر 19 سال، UET سے، انجینئرنگ کی تعلیم جاری ہے دوسری بچی کی عمر 21 سال، تعلیم بی کام + بی ایڈ، تیسری بچی کی عمر 25 سال، گورنمنٹ جاب، تعلیم بی کام، بائیں سائڈ سے معذور ہے۔ شیخ ذات سے پڑھا لکھا دینی رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ والد: 0300-4701016

☆ کراچی کی رہائشی پنجابی فیملی کو اپنی بیٹی عمر 23 سال، تعلیم بی اے، حافظ قرآن، شرعی پردہ کی پابند کے لیے دیندار گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0300-2552527

☆ بخاری سید فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے انگلش، خوب سیرت وصورت، پردے اور صوم وصلوٰۃ کی پابند، ماہر امور خانہ داری کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4236936
0323-4237137

پاکستان کا مستقبل: اسلام یا لبرل ازم؟

24 نومبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی

☆ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: ڈپٹی سیکریٹری جنرل' جماعت اسلامی
☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشرواشاعت' تنظیم اسلامی
☆ اوریا مقبول جان: معروف دانشور' کالم نگار

میزبان: وسیم احمد

سوال : وزیراعظم نے کہا ہے کہ قوم کا مستقبل جمہوریت اور لبرل ازم سے وابستہ ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

فرید احمد پراچہ : ایک تو معلوم نہیں کہ ان پر یہ کب انکشاف ہوا کہ قوم کا مستقبل لبرل ازم سے وابستہ ہے۔ دوسرے' یہ کوئی رائے کا معاملہ تو ہے ہی نہیں۔ پاکستان کے بارے میں تو دوسری رائے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ پاکستان اسلام کے لیے بنا۔ جس آئین کے تحت وزیراعظم نے حلف اٹھایا ہے' اس میں ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اسی آئین کے آرٹیکل 2 میں درج ہے کہ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے۔ تیسری بات یہ کہ آرٹیکل A-2 جس کے تحت قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بنایا گیا' وہ ایک آپریٹو حصہ ہے کہ سارا آئین پاکستان اس کے تناظر میں ہوگا۔ اسی طرح اور بھی کئی چیزیں ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 62 اور 63 یہ کہتی ہیں کہ اگر کوئی رکن اسمبلی نظریہ پاکستان کے خلاف بات کرے گا تو وہ نااہل ہو جائے گا۔ اگر یہ بات کسی اور نے کی ہوتی یعنی ان کے سیاسی مخالفین میں سے کسی کے منہ سے ایسی بات نکلی ہوتی تو وزیراعظم کیمپ ان کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیتا۔ پاکستان مسلم لیگ دراصل اسی مسلم لیگ کا ایک تسلسل ہے جس نے قائداعظم کی قیادت میں پاکستان بنایا۔ قائداعظم اپنے مزاج کے اعتبار سے مذہبی آدمی نہیں تھے لیکن انہوں نے بھی اپنی تقاریر میں لبرل یا سیکولر کا لفظ استعمال کبھی نہیں کیا۔ قائداعظم کے تو الفاظ یہ ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جب ان سے پاکستان کے آئین کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو تیرہ سو سال پہلے ہی بن گیا تھا۔ قائداعظم تو یہ بات کہتے ہیں کہ وہ لنگر جس کے ساتھ ہماری کشتی ٹھہری ہوئی ہے' اسلام ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم نے فرمایا کہ پاکستان مقصد نہیں بلکہ یہ حصولِ مقصد کا ایک راستہ ہے۔ قائداعظم کی 102 تقاریر ریکارڈ پر ہیں جس میں انہوں دین اسلام سے مکمل وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ گویا ان پر یہ بات بہت واضح تھی کہ اصل پاکستان تو اسلامی نظام کے ساتھ بننا ہے۔ پھر یہ کہ قائداعظم کی پوری ٹیم پر بھی یہ مقصد واضح تھا اور انہوں نے پارلیمنٹ میں قراردادِ مقاصد منظور کی۔ معلوم نہیں وزیراعظم کو یہ جسارت کس طرح ہوئی کہ انہوں نے لبرل پاکستان کہہ دیا۔ یہ پاکستان کی نفی، پاکستان کے مقاصد کی توہین اور آئین پاکستان کی مخالفت ہے۔ شہیدوں کی روحوں کو تکلیف دینے کے مترادف ہے۔

سوال : کیا یہ حقیقت نہیں کہ پاکستان جمہوری طریقہ سے حاصل کیا گیا تھا۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ جمہوریت کو پاکستان کی ماں اور اسلام کو پاکستان کا باپ قرار دیا کرتے تھے۔ ایسے میں لبرل ازم کی باتیں کیا معنی رکھتی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : لبرل ازم کے حوالے سے میں یہ اضافہ کروں گا کہ آخر وہ کیا حالات تھے کہ مہاتما گاندھی جیسی اسلام دشمن شخصیت کو قائداعظم سے یہ کہنا پڑ گیا کہ کیا پاکستان سے آپ کی مراد ''اسلام پین ازم'' تو نہیں ہے! اس کا مطلب ہے کہ دشمن بھی بات کو سمجھ رہا تھا کہ قائداعظم کے پیش نظر کیا مقاصد ہیں؟

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ تحریک پاکستان جن مراحل سے گزری ان میں ایک اہم مرحلہ رائے دہی کا بھی تھا۔ 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو بری طرح شکست ہوئی جبکہ 1946ء کے انتخابات میں اس نے مسلمانوں کی تقریباً تمام نشستیں حاصل کر لیں۔ درحقیقت 1937ء میں مسلم لیگ نے ابھی تک قیام پاکستان کا مطالبہ ایک نعرے کے طور پر نہیں کیا تھا' لہٰذا مسلمانوں نے بھی مسلمانوں کو ووٹ نہیں دیا۔ جب 1946ء میں یہ معلوم ہوگیا کہ اگر ہم مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے تو گویا ہم پاکستان کے حق میں ووٹ دے رہے ہیں تو پھر لوگوں نے مسلم لیگ کے حق میں ووٹوں کے انبار لگا دیے۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ پاکستان کی اساس جمہوریت ہے' لیکن لوگوں نے مسلم لیگ کو ووٹ اس لیے دیا تھا کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ ہوگا۔ مسلم لیگ جب 1946ء کے انتخابات میں کامیاب ہوگئی تو پھر مخالفین کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ پاکستان کے مطالبے کو تسلیم کریں۔ آپ نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ جمہوریت پاکستان کی ماں ہے اور اسلام پاکستان کا باپ ہے۔ ایک اسلامی معاشرے میں باپ کی حیثیت فوقیت والی ہوتی ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ نسل بھی باپ ہی سے چلتی ہے۔ ماں کو اگرچہ اپنی رائے دینے کا حق ہوتا ہے لیکن آخرکار اسے بھی بچوں کے باپ کی بات کو تسلیم کرنا ہوتا ہے!

سوال : وزیراعظم کے اس بیان پر اپوزیشن کی طرف سے کوئی ردعمل نہیں آیا' سوائے چند دینی جماعتوں کے؟

ایوب بیگ مرزا : یہ درست ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وزیراعظم نے اتنی بھی تکلیف گوارا نہیں کی کہ وہ اس کی کوئی وضاحت ہی کر دیں۔ اس کا مطلب یہ لیا جانا چاہیے کہ انہوں نے یہ بات سوچ سمجھ کر کی ہے اور ان کا ذہن پختہ ہے کہ پاکستان کا مستقبل لبرل ازم سے وابستہ ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ بات حیرت انگیز بھی ہے اور تشویش ناک بھی۔

سوال : لبرل ازم کے حوالے سے وزیراعظم کے بیان پر آپ کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

اوریا مقبول جان : اس ملک کے سادہ لوح عوام کو' جو خالصتاً دین کے ساتھ محبت رکھتے ہیں' بے وقوف بنا کر ان سے ووٹ حاصل کر کے اور تین دفعہ وزیراعظم بن کر اب نواز شریف کو یاد آیا ہے کہ اس ملک کا مستقبل لبرل ازم سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کی آخرت کو تباہ و برباد

کرنا چاہتا ہے تو آخری عمر میں اس کے خیالات اس طرح بدل دیتا ہے۔ نواز شریف نے جنرل ضیاء الحق کی اینٹی بھٹو پالیسی کی بنیاد ہی پر سیاست میں قدم رکھا تھا۔ عوام نے اسی بنیاد پر ان کو ووٹ دیے اور وہ آگے آئے۔ اب ان کے دماغ میں ایک قسم کا خمار آیا ہوا ہے' جو انٹرنیشنل طاقتوں سے ان کے گٹھ جوڑ کی وجہ سے ہے۔

سوال: تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بھاری مینڈیٹ نواز شریف پر ہمیشہ بھاری ثابت ہوتا ہے یہ اسی کا خمار تو نہیں؟

اوریا مقبول جان: افلاطون لکھتا ہے کہ اس کائنات کو

> وزیر اعظم کا بیان مقاصدِ پاکستان کی نفی ہے۔ آئین پاکستان کی مخالفت ہے۔ شہیدوں کی روحوں کو تکلیف دینے کے مترادف ہے۔

چلانے والی بڑی طاقتیں اہل اقتدار سے ایسی غلطیاں ضرور کرواتی ہیں جن سے ان کا اقتدار کمزور ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اقتدار صدا انہی کا رہے۔

سوال: کیا اسلام کے پیروکاروں کو واقعتاً لبرل ازم کی ضرورت ہے؟

اوریا مقبول جان: لبرل ازم یا سیکولر ازم کا نعرہ تین سو سال کی ایک بہت بڑی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ یہ جدوجہد علمی محاذ پر ہوئی ہے' جس میں مختلف قسم کے علم بنائے گئے۔ ایک علم عمرانیات (سوشیالوجی) کہلاتا ہے۔ دوسرے علم کو ہم بشریات (انتھروپولوجی) کہتے ہیں۔ تیسرا علم سیاسیات (پولیٹکل سائنس) ہے۔ ان تینوں نے مل کر طے کیا کہ ریاست کیا ہوتی ہے اور یہ کیسے وجود میں آتی ہے۔ چنانچہ بتایا گیا کہ ریاست ان چار میں سے کسی ایک کی بنیاد پر بنتی ہے: علاقے کی بنیاد پر' نسل کی بنیاد پر' رنگ کی بنیاد پر' زبان کی بنیاد پر۔ تاریخ کا مطالعہ کسی علاقے کی بنیاد پر ریاست کی تشکیل کے نظریے کو بودا ثابت کرتا ہے۔ جان لیجیے کہ مادرِ وطن سے زیادہ بودا نظریہ کوئی نہیں ہے۔ جس دن مادرِ وطن جانوروں کو گھاس دینا بند کر دیتی ہے اور انسانوں کو پینے کا پانی نہیں دیتی' لوگ اس ماں پر لعنت بھیجتے ہیں اور کسی دوسرے کی ماں کو فتح کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ تاریخ عالم میں قحط اور خشک سالی کے حالات میں کوئی اپنی ماں کے ساتھ زندہ نہیں رہا۔ آریا پہلے وسط ایشیا میں رہتے تھے' پھر ہندوستان اور یورپ کے علاوہ نجانے کہاں کہاں پھیل گئے۔ دنیا کا پہلا exodus افریقہ میں ہوا تھا۔ ریاست کی تشکیل کا دوسرا نظریہ نسل کا تھا۔ قفقازی (Caucasian) ساری زندگی لڑتے رہے ہیں۔ فرانس اور برطانیہ کے درمیان جو سب سے بڑی جنگ ہوئی' اس میں ایک ہی نسل کے لوگ تھے۔ چنانچہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایسے نظریات خاص طور پر انسانوں کو تقسیم کرنے کے لیے بنائے گئے تھے' اور انہی کی وجہ سے جنگیں لڑی گئیں۔ 1920ء میں پاسپورٹ آیا۔ 1924ء میں ویزہ ریگولیشنز بنائی گئیں۔ 1926ء میں بارڈر سکیورٹی فورسز قائم ہوئیں۔ اب شیخوپورہ سے بھی چھوٹا ملک لکسمبرگ بھی ایک بڑی فوج رکھے گا' اس کی ایئر فورس بھی ہوگی کیونکہ وہ ایک آزاد ریاست ہے۔ جب دنیا میں قومی ریاستیں نہیں تھیں تو یہ زیادہ پُر امن تھی۔

سوال: لبرل ازم سے متعلق وزیر اعظم کا بیان کسی بیرونی دباؤ کا نتیجہ تو نہیں؟

اوریا مقبول جان: یقیناً اس وقت میاں نواز شریف شدید بیرونی دباؤ کی زد میں ہیں۔ اس کی وجہ پاکستان کے اندر ان کے خلاف کشمکش ہے۔ چاہے ہزار بار کہیں کہ ہم ایک پیج پر ہیں' حقیقت میں وہ ایک پیج پر نہیں ہیں۔ ان کا ایک پیج بھی رہا ہی نہیں۔ فوج اپنا پیج نہ کسی کو دکھاتی ہے' نہ اس کے اوپر کسی کو دستخط کرنے دیتی ہے۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا غلط ہے کہ وہ ہمیں بچالیں گے۔

سوال: کیا پاکستان عملاً آج لبرل ازم ہی پر نہیں چل رہا؟ زبان سے محض ایک جملہ کہہ دینے سے طوفان کیوں کھڑا کر دیا گیا ہے؟

فرید احمد پراچہ: ایک بات تو یہ ہے کہ ان کے بیان میں کوئی کنفیوژن نہیں ہے۔ بات کرنے کے بعد انہوں نے کوئی وضاحت یا تردید نہیں کی۔ ان کے اردگرد موجود لوگ وضاحتیں پیش کر رہے ہیں' کیونکہ سب کو پتا ہے کہ یہ ہضم ہونے والی دوا نہیں ہے۔ لبرل کا لفظ لوگوں کے حلق سے نیچے نہیں اترنا۔ اُن کا اپنا ووٹر' ورکر' ان کے سپانسر اور دعا گو سب نظریاتی لوگ ہیں۔

سوال: کیا اس بیان کے ذریعے انہوں نے قوم کی نبض چیک کی ہے؟

فرید احمد پراچہ: نبض بھی چیک نہیں ہوئی' کیونکہ کہیں سے کوئی تائیدی بیان تو آیا نہیں۔ کمیونسٹس اور سوشلسٹس تو ایک طرف' خود پیپلز پارٹی کو بھی تائید کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اسی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ قوم کا موڈ کیا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو اگرچہ اپنے مزاج کے اعتبار سے لبرل تھے لیکن قوم کا مزاج وہ خوب سمجھتے تھے۔ انہوں نے اسی کے مطابق سارے کام کیے۔ آئین بنانے میں قوم کی رائے کو مدنظر رکھا۔ سرکاری نام رکھنے' ملکی تشخص اور مذہب کے حوالے سے عوام کے مزاج کا خیال رکھا۔ قادیانیت کا معاملہ آیا تو اس میں بھی قوم کے مجموعی مطالبے کا ساتھ دیا۔ جمعہ کی تعطیل کا اعلان کیا۔ موجودہ حکمران یہ سمجھتے ہیں کہ شاید کسی کو خوش کر کے ہمارا اقتدار برقرار رہے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اقتدار اللہ کی رحمت سے قائم رہتا ہے۔ دوسرے' پاکستان کے عوام نے دو نظریوں میں سے ایک نظریے کے لیے ان کا ساتھ دیا تھا۔ اگر لوگوں نے لبرل ازم ہی کی حمایت کرنی تھی تو پیپلز پارٹی ان سے بڑھ کر لبرل تھی۔ عمران خان ان سے بڑھ کر لبرل ہے۔ لبرل ازم کی بنیاد پر ان کے لیے کوئی ووٹ نہیں ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ پاکستان تو ویسے ہی لبرل یا ماڈریٹ بن گیا ہے' تو اگر واقعی ایسا فرض کر بھی لیا جائے تو اس سے یہ حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتی کہ پاکستان کے مقاصد کیا تھے۔ اگر کسی علاقے میں کوئی سکول قائم کیا جائے لیکن وہاں کا چودھری سکول کی عمارت میں بھینسیں باندھ دے' وہاں اپنا کوڑا کرکٹ پھینکنا شروع کر دے' یا اس کے غنڈے وہاں بیٹھ کر جوا کھیلیں' تو کیا لوگوں کو یہ سب تسلیم کر کے سکول ان کے حوالے کر دینا چاہیے؟ نہیں' بلکہ یہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ سکول واگزار کرایا جائے اور یہ تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال ہو۔ چنانچہ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمارا میڈیا' ہمارا اندازِ حکمرانی' ہمارا تعلیمی اور معاشی نظام اسلام سے بہت دور ہے لیکن اس

> پاکستان میں جمہوریت کے لیے تو لاٹھیاں اور گولیاں کھائی گئیں لیکن نفاذِ شریعت کے لیے نہیں۔

کا یہ مطلب نہیں کہ اگر نام کی حد تک ہی پاکستان اسلامی جمہوریہ ہے تو اب ہم اس سے بھی دست بردار ہو جائیں۔ اگرچہ کسی کے لبرل یا سیکولر کہہ دینے سے پاکستان نے ویسا نہیں بن جانا لیکن یہ بات برداشت کر جانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ پہلے بھی آئین کے معاملے میں ہماری عدالتوں کا طرز عمل اتنا اچھا نہیں ہے۔

اس لیے اس بات پر گرفت کی ضرورت ہے۔ اس مطالبہ پر زور دیا جائے کہ آئین پر عمل کرو۔ اس مطالبے میں کوئی دہشت گردی یا انتہا پسندی نہیں ہے۔ انتہا پسندی تو یہ ہے کہ آئین پر عمل نہ کر کے آپ سودی نظام قائم رکھنے پر بضد رہیں۔ انتہا پسندی تو یہ ہے کہ جاگیرداری اور وڈیرا شاہی کا قائم رکھا جائے۔ آئین پر چلنے کا مطالبہ سب سے معتدل بات ہے۔ دینی جماعتوں خاص طور پر جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کے مطالبے یہی ہیں۔ اس آئین کے اندر بھی کئی چیزیں قابل اصلاح ہیں لیکن جن چیزوں پر عمل ہونا چاہیے ان پر تو عمل ضرور کیا جائے۔

ایوب بیگ مرزا : بڑی اچھی وضاحت ہوگئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عملاً ہمارے ہاں لبرل ازم ہے۔ اسلام عملی طور پر کہیں نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں اس مثال پر غور کیجیے کہ دو مسلمان ہیں۔ ایک non-practicing یعنی غیر فعال یا بے عمل ہے۔ وہ اسلامی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا نہیں ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ نماز پڑھنی چاہیے لیکن اس سے غفلت ہو جاتی ہے۔ وہ تسلیم کرتا ہے کہ اچھا عمل کرنا چاہیے لیکن میں گناہ گار ہوں۔ وہ اگر تائب نہیں ہوتا تو اپنے ان گناہوں پر جواب دہ ہے' لیکن بہرحال ایسے شخص کے رجوع کرنے کے امکانات موجود رہتے ہیں کیونکہ اسے یہ احساس ہے کہ میں وہ کام نہیں کر رہا جو کرنا چاہیے۔ ایک دوسرا مسلمان ہے جو ارکان اسلام کی سرے سے نفی کر دیتا ہے۔ وہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کی فرضیت ہی کو قبول نہیں کرتا' تو وہ کافر ہوگیا۔ آپ اگر کسی چیز کے وجود ہی کو نہیں مانتے تو پھر اس پر عمل درآمد کرنے کے امکانات بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم یا ہمارے حکمران کسی مجبوری کے تحت لبرل ازم پر قائم ہیں لیکن ذہن میں یہ تصور ہو کہ یہ درست نہیں تو پھر کسی وقت عملی طور پر بھی رخ تبدیل ہونے کے امکانات ہیں۔

سوال : اگر لبرل ازم یا کوئی بھی ازم اتنی ہی ضرر رساں ہے اور اسلام پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے تو دینی جماعتوں نے پاکستان کو یہ زندگی بخشنے کے لیے اب تک کیا کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : اس سوال کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں دینی جماعتوں نے بڑا کام کیا ہے جبکہ دوسرے حصے میں اتنا نہیں کیا جتنا کرنا چاہیے تھا۔ جو کام کیا ہے وہ یہ کہ بعض منکرات اور دین مخالف چیزوں کو روکا ہے۔ مثلاً قادیانیت کے آگے رکاوٹ کھڑی کی ہے۔ توہین رسالت کے قوانین بنوائے۔ البتہ خالص شرعی نظام کو نافذ کرنے پر اتنا کام نہیں ہوا۔

سوال : قادیانیت پر پارلیمنٹ اور عدلیہ کے فیصلے کے علاوہ کیا ہوا؟ کیا قادیانیت کی تبلیغ جاری نہیں ہے اور کیا قادیانی اعلیٰ عہدوں پر فائز نہیں ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : قادیانیت اس طرح پھل پھول نہیں رہی۔ اگر انہیں کھلی اجازت ملتی تو زمین آسمان کا فرق ہوتا۔ انہیں یہاں سے اپنا ہیڈ کوارٹر ہی تبدیل کرنا پڑ گیا ہے۔ بہت کوشش ہوئی تھی کہ پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ کے بجائے عوامی جمہوریہ رکھ دیا جائے۔ اس کی مزاحمت ہوئی۔ تاہم نفاذ شریعت کے حوالے سے تمام دینی جماعتوں نے وہ کوشش نہیں کی جو انہیں کرنی چاہیے تھی۔ اسلام کے چھوٹے چھوٹے نکات پر تحریکیں چلیں لیکن بحیثیت مجموعی نفاذِ شریعت کے لیے کوئی جدوجہد نہیں ہوئی۔ کوئی باقاعدہ تحریک یہ کہہ کر شروع نہیں کی گئی کہ ہمیں اقتدار نہیں بلکہ شریعت چاہیے۔ اس مطالبے پر باہر نہیں نکلا گیا کہ ہمیں آئین کی اس شق پر مکمل عمل درآمد چاہیے جس میں درج ہے

> **وزیراعظم اپنے والد محترم کی زندگی میں ایسا بیان دینے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے!**

کہ یہاں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنے گا۔ اس کے بغیر ہم یہاں سے نہیں ہٹیں گے۔ چیلنج کرنے کا یہ انداز نہیں اختیار کیا گیا۔ ہم حکومتوں کے سامنے نہیں آئے۔ جمہوریت کے لیے تو لاٹھیاں اور گولیاں کھائی گئیں لیکن نفاذ شریعت کے لیے نہیں یہ کمی ضرور رہ گئی ہے۔

سوال : کیا لبرل ازم وزیراعظم کی اپنی سوچ ہے یا ان کے حالیہ امریکی دورے سے اس کا کوئی تعلق ہے؟

فرید احمد پراچہ : ان کے بہت سے اقدامات اپنے آپ کو امریکہ کے لیے قابل قبول بنانے کے لیے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں بھارت کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کے نام پر ہوتی ہیں' حالانکہ پوری قوم کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش میں اسلام اور پاکستان سے محبت کے جرم میں جو سزائیں دی گئیں' اس کے ردعمل میں وزیراعظم نے ایک لفظ نہیں کہا۔ دوسری بات یہ کہ ان کو کہیں سے یہ کہا گیا ہوگا کہ ترکی کی طرح آپ بھی تھوڑا سا خود کو لبرل کریں کیونکہ بیرونی ممالک میں پاکستان کا امیج بہت خراب ہو رہا ہے۔

دینی جماعتوں کی کارگزاری کے ضمن میں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ پاکستان کے بنتے ہی تین قوتیں اکٹھی ہوگئیں یعنی جاگیردار' سول بیوروکریسی اور فوج۔ ان قوتوں کے پاس طاقت کے سارے مراکز تھے لیکن دینی جماعتوں نے پھر بھی کافی کام کیا۔ تاہم' ابھی بہت زیادہ کام باقی ہے۔

سوال : نواز شریف کے والد روایتی مذہبی انسان تھے۔ اگر آج میاں محمد شریف زندہ ہوتے تو کیا نواز شریف لبرل ازم کی بات کر سکتے تھے؟

فرید احمد پراچہ : بالکل نہیں! میں بھی ان کے والد سے ملا ہوں۔ وہ دینی طبقے کا بہت احترام کرتے تھے۔ ان کی موجودگی میں ایسی بات نہیں کی جا سکتی تھی۔

سوال : پاکستان کے لیے لبرل ازم کس حد تک خطرناک اور اسلام کس حد تک مفید ہے؟

ایوب بیگ مرزا : میں دلائل دینے کے بجائے شواہد پیش کر دیتا ہوں۔ پاکستان عملاً پہلے دن سے لبرل ازم پر چل رہا ہے۔ آج حال یہ ہے کہ ہم معاشی طور پر دیوالیہ ہوا چاہتے ہیں۔ معاشرتی اعتبار سے سونیا گاندھی کا بیان ریکارڈ پر ہے کہ ہم نے پاکستان کو معاشرتی طور پر فتح کر لیا ہے۔ عسکری لحاظ سے ہم ایٹم بم تو رکھتے ہیں لیکن ہماری ٹانگیں کانپتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اصلاً ہم نے لبرل ازم ہی پر عمل پیرا ہیں۔ اسلام کا معاملہ دیکھنا ہو تو صرف ایک گواہی کافی ہے۔ ہمارے پڑوس میں طالبان نے امارتِ اسلامیہ قائم کی تھی۔ وہاں امن قائم ہوگیا۔ جرائم نہ ہونے کے برابر رہ گئے۔ پوست کی فصل ختم ہوگئی۔ یہاں تک کہ افغانیوں نے خود کو غیر مسلح کر لیا۔ اگرچہ امریکہ نے بزور بازو اس کو فتح کر لیا لیکن آج حال یہ ہے کہ امریکہ ان کے سامنے ناک رگڑ رہا ہے کہ کوئی طالبان سے مذاکرات کروا دے۔ یہ اس لیے ہے کہ انہوں نے اپنا سارا نظام اسلام پر قائم کیا۔ اگر ہم بھی ملک میں اسلام نافذ کر لیتے تو ہمیں کسی بڑے یا چھوٹے بش کو فون پر یہ نہ کہنا پڑتا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں' آپ جو کہیں سو حاضر۔ یہ وقتِ حاضر کی گواہیاں ہیں کہ لبرل ازم ہمارے لیے کتنا خطرناک ہے اور اسلام نے ہمارے پڑوس میں کیسی کیسی نعمتوں سے انہیں نوازا تھا!

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کے سود کے حوالہ سے
14 سوال اور ان کے جوابات

2002ء سے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کی جانب سے ریمانڈ شدہ انسدادِ سود کا ایک نہایت اہم مقدمہ فیڈرل شریعت کورٹ کے پاس معرضِ التوا میں پڑا تھا، جسے اب کورٹ میں تنظیم اسلامی کی کوششوں سے سماعت کے لیے فکس کر دیا گیا ہے۔ اب تک اس ضمن میں چار مختصر سماعتوں کی نوبت آ چکی ہے۔ کورٹ کی جانب سے معاملے کی وضاحت کے لیے چودہ سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ جاری کیا گیا تھا جس کی روشنی میں فاضل عدالت از سرِ نو فیصلہ سنائے گی۔ ان سوالات کے جوابات شعبہ تحقیق کے سربراہ حافظ عاطف وحید نے اہلِ علم کی آراء کی روشنی میں تیار کیے ہیں اور انہیں کورٹ میں ''داخل دفتر'' کروا دیا گیا ہے۔ معاملے کی اہمیت کے پیش نظر اور ابلاغ عامہ کی غرض سے ان سوالات کے جوابات قارئین کے لیے بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

Question 1: What is the authoritative definition of the term Riba, in the light of commentaries of the Holy Quran? Is there any difference between Riba Usury and Interest? Can the term Riba be also applied to commercial and productive loans given by the banks and financial institutions on the basis of Interest?

سوال 1: تفاسیر کی روشنی میں ربا (سود) کی مستند تعریف کیا ہے؟ کیا ربا، یوژری اور انٹرسٹ میں کوئی فرق ہے؟ کیا ربا کا اطلاق اس انٹرسٹ پر بھی ہوتا ہے جو بینک اور مالیاتی ادارے تجارتی اور پیداواری مقاصد کے لیے دیئے گئے قرضوں پر وصول کرتے ہیں؟

جواب: چونکہ ربا کی مستند تعریف کے لیے ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا ہوگا' اس لیے اس سوال میں اُٹھائے گئے نکات پر براہ راست گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کی حتمی اور ناقابل تردید تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔

قرآن مجید میں سود کے ضمن میں واردشدہ تعلیمات

(1) ﴿اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (۲۷۵) یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ (۲۷۶)﴾ (البقرہ)

''جو لوگ سود کھاتے ہیں، نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت کے روز) مگر جس طرح ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے لپٹ کر خبطی بنا دیا ہو' یہ اس لیے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو ربا کے مثل ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس کو اس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ پہلے لے لیا ہے وہ اس کا ہوا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو شخص پھر ربا کی طرف لوٹا یہ لوگ دوزخی ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ربا کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کافر گنہگار کو ناپسند کرتا ہے۔''

(2) ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۲۷۸) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (۲۷۹)﴾ (البقرہ)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو باقی ربا جو تم نے لینا ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کرو گے تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے۔ تم ظلم نہ کرو گے اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔''

ان آیات کے الفاظ ''وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ'' سے اس قدر بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سود دراصل قرض کی اصل رقم پر اضافے کا نام ہے۔ ان آیات مبارکہ سے یہ بات بھی صراحت سے معلوم ہو رہی ہے کہ اس اضافی رقم کا مطالبہ قرض خواہ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقروض نے بھی قرض خواہ سے قرض لیتے وقت اس اضافے کو شرط کے طور پر شدید مجبوری یا حاجت کے پیش نظر قبول کر لیا ہو یا پھر اس نے منافع کے طمع میں باہمی رضامندی سے راس المال پر یہ مشروط اضافہ ادا کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہو لیکن قرآن پاک کا قرض خواہوں کو یہ انتباہ کرنا کہ وہ سود کے بقایا جات چھوڑ دیں اور اصل اموال پر اکتفا کریں اس بات کی دلیل ہے کہ سود کا مطالبہ اپنے مفاد کے لیے قرض خواہ ہی کرتا ہے۔

(3) ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ:289)

''اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہو اگر تم جانو۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قرض خواہ کو حکم دیا ہے کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو وہ اسے آسانی حاصل ہونے تک مہلت دے۔ یہاں اقتضاء النص یہی ہے کہ قرض خواہ بغیر کسی مالی منفعت کے یہ مہلت دے کیونکہ مذکورہ آیت میں تو قرض خواہ کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ اگر مقروض زیادہ تنگ دست ہو تو وہ اسے یہ رقم صدقہ کر دے، اس دستور کے برعکس جو حرمت سود کے متعلق احکام نازل ہونے سے قبل عرب میں رائج تھا یعنی مقروض اگر مقررہ مدت تک قرض کی واپسی کرنے سے معذور ہوتا تو اسے زائد رقم کے عوض مزید مہلت دی جاتی تھی جیسا کہ کئی مفسرین نے نقل کیا ہے۔

احادیث رسول ﷺ میں ربا سے متعلق ارشادات

نبی ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں سود کی مذمت فرمائی ہے اور قرآنی آیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

(1) ((ان الربوا و ان کثر فان عاقبته تصیر

الی قل))(مشکوۃ المصابیح باب الربوا بحوالہ ابن ماجہ)

’’سود اگرچہ زیادہ منافع دے اس کا انجام غربت اور ناداری ہے۔‘‘

(2) عن جابرؓ قال لعن رسول اللہ ﷺ ((اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء))(رواہ مسلم)

’’رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے اور کھلانے والے پر اور اس کی تحریر لکھنے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا یہ اس کے گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔‘‘

(3)عن عبداللہ بن حنظلہؓ غسیل الملائکۃ قال قال رسول اللہ ﷺ:((درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ و ثلثین زنیۃ))

(احمد)

عبداللہ بن حنظلہؓ غسیل الملائکہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’جو شخص سود کا ایک درہم کھاتا ہے اس کا گناہ اتنا ہے جتنا چھتیس مرتبہ زنا کرنا ہے۔‘‘

(4)عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ : ((اتیت لیلۃ اسری بی علی قوم بطونھم کالبیوت فیھا الحیات تُری من خارج بطونھم فقلت من ھؤلاء یا جبرئیل قال ھؤلاء اکلۃ الربوا))(احمد ابن ماجہ)

’’ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’میں معراج کی رات ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے جن میں سانپ تھے اور باہر سے نظر آرہے تھے۔ میں نے پوچھا جبرائیل علیہ السلام سے یہ کون لوگ ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا یہ سودخور ہیں۔‘‘

(5)عن علی ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ((کل قرض جر نفعا فھو ربا))

(بخاری فی التاریخ)

’’حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر قرض جو نفع کھینچے تو وہ ربا ہے۔‘‘

(6)عن فضالۃ بن عبید قال کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربوا (اعلاء السنن)

’’ہر قرض جو نفع کھینچے وہ سود کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔‘‘

(7) حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے تو اگر مقروض اسے ہدیہ دے یا سواری دے تو اس پر سوار نہ ہو اور ہدیہ قبول نہ کرے، الّا یہ کہ ان میں پہلے سے تعلقات تھے اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے اور سواری پیش کرتے تھے۔‘‘

اسے ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔اس سے پتہ چلا کہ قرض خواہ کو مقروض سے ہدیہ کی صورت میں معمولی منفعت حاصل کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔

عمارہ ہمدانی سے ہے کہ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ :((کل قرض جر نفعا فھو ربا))۔(المطالب العالیہ از ابن حجر: جلد 1، صفحہ 441، رقم: 1373، طبع بیروت)

اصل میں یہ حدیث حارث بن محمد بن ابی اسامہ التمیمی البغدادی (متوفیٰ:282ھ) کی کتاب ’’مسند حارث‘‘ میں سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس حدیث مبارکہ نے بھی وضاحت کر دی کہ قرض خواہ کو قرض کی اصل رقم سے زائد جو بھی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے۔علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول سود کی تعریف پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔انہوں نے یہ تعریف یوں نقل کی ہے۔

اشتراط الزیادۃ فی السلف ربا و لو کان قبضۃ من علف او حبۃ۔(التمھید لابن عبد البر: جلد4، ص 681، طبع لاہور،1983)

قرض کے اصل مال پر اضافہ اور زیادہ کی شرط لگانا سود ہے اگرچہ یہ اضافہ مٹھی گھاس (جانوروں کے لیے چارہ) یا ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو۔

ربا کا شرعی حکم

☆قرآن مجید میں جو وعید سودی لین دین پر کی گئی ہے وہ کسی دوسرے گناہ پر نہیں کی گئی۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سود بہت بڑا ظلم ہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد پر ڈاکا ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی قائم کردہ اسلامی ریاست میں ہر قسم کے سودی لین دین کی ممانعت فرما دی تھی اور اسے خلاف قانون قرار دے دیا تھا حتیٰ کہ غیر مسلموں سے جو معاہدے ہوئے ان میں انہیں اس بات کا پابند کیا گیا کہ وہ اپنے علاقوں میں سودی کاروبار نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی تو معاہدہ منسوخ ہو جائے گا اور مسلمان ان کے خلاف ہتھیار اٹھالیں گے۔نجران کے عیسائیوں کے ساتھ اسی طرح کا معاہدہ ہوا۔عرب کے قبیلہ بنو مغیرہ سود پر قرض کی رقمیں دینے میں مشہور تھے۔فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کا پورا سود منسوخ کر دیا اور مکہ میں اپنے عامل سے کہا کہ اگر یہ لوگ سودی لین دین جاری رکھیں تو ان کے خلاف جنگ کر کے انہیں اس کام سے روکیں۔حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دور جاہلیت کے بڑے کاروباری تھے اور سود کا لین دین کرتے تھے،لوگوں کو قرضے دے کر ان پر سود لیتے تھے۔حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صاف اعلان فرما دیا:’’دور جاہلیت کا پورا سود کالعدم ہو گیا اور سب سے پہلے میں اس سود کو منسوخ کرتا ہوں جو میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا لوگوں کی طرف رہتا ہے‘‘۔

☆قرآن پاک میں بیع مال کے بدلے میں مال کو کہا گیا ہے اور ربا مہلت کے بدلے میں مال کو کہا گیا ہے۔ارشاد ہے:احل اللہ البیع وحرم الربوا’’اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام۔‘‘ اس لیے کہ بیع میں فریقین مال کا تبادلہ کرتے ہیں۔خریدار روپیہ دیتا ہے اور بائع چیز فراہم کرتا ہے۔جس چیز کے حصول کے لیے اس نے محنت کی ہے،تھوڑا یا زیادہ سفر کیا ہے،وہ اپنی محنت کے بدلہ میں خریدار سے نفع لیتا ہے جبکہ ربا میں مقروض جو روپیہ لیتا ہے اس پر اضافی رقم دیتا ہے۔اس زائد رقم کے عوض میں قرض دینے والے نے اس کو کچھ نہیں دیا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وان تبتم فلکم رؤس اموالکم’’اگر تم سود خوری سے تائب ہو جاؤ تو تمہیں تمہارا اصل سرمایہ’’رأس المال‘‘ ملے گا۔‘‘اور دوسری آیت میں فرمایا:وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ’’اگر مقروض تنگ حال ہو تو اسے مہلت دی جائے آسانی تک‘‘یعنی مدت کے بدلہ میں عوض نہ لو،صرف مہلت دو اور مہلت کا عوض نہ لو۔ان آیات سے ربا کی حقیقت واضح ہو گئی۔اسے ربا القرآن اور ربا النسیۃ کہا جاتا ہے۔دور جاہلیت میں ربا کی یہی صورت جاری تھی۔

☆ایک آدمی عبداللہ بن عمر ؓ کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک آدمی کو قرض دیتا ہوں اور شرط لگاتا ہوں کہ مجھے اس سے زیادہ دو گے جو میں نے دیا ہے تو عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا یہی تو ربا ہے۔

☆زید بن اسلم تابعی فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ربا کی شکل یہ ہوتی تھی کہ جب ادائیگی کی میعاد آ جاتی تو دائن اپنے مدیوں کو کہتا کہ حق دیتے ہو یا سود دیتے ہو۔اگر وہ اسے قرض واپس دیتا تو لے لیا جاتا اور اگر ادا نہ کر سکتا تو قرض کی

میعاد میں اضافہ کرلیا جاتا (اور اس کے بدلے میں مدت بڑھادی جاتی) اور سود بھی بڑھادیا جاتا۔ (مؤطا امام مالک)

حرمت ربا پر اجماع امت ہے:

''ربا'' یعنی سود کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن وسنت سے بلا شک وشبہ ثابت ہے کہ ''ربا'' کا لین دین ناجائز ہے۔ امت مسلمہ صدر اول سے آج تک اس کی حرمت پر متفق ہے۔ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کا ہر دور میں اس پر اجماع رہا ہے۔

ابن عبدالبر (متوفی 462ھ) فرماتے ہیں: قد اجمع المسلمون نقلا عن نبيهم ان اشتراط الزيادة في السلف ربا و لو كان قبضة او حبة ۔

''مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ سے نقل کی بنا پر اجماع کیا ہے کہ قرض کے اصل مال پر اضافہ اور زیادتی کی شرط لگانا سود ہے اگرچہ یہ اضافی ایک مٹھی گھاس ہو یا ایک دانہ ہو۔''

امام المفسرین ابن جریر طبریؒ، امام طحاویؒ، ابوبکر جصاصؒ، امام بغویؒ، قاضی ابوبکر بن عربیؒ، امام فخر الدین رازیؒ سب نے یہی کہا ہے کہ قرض کی اصل رقم پر جو زائد رقم بطور شرط و معاہدہ لی جاتی ہے وہ ربا ہے۔

1۔ امام بغوی رحمہ اللہ (متوفی: 516ھ) فرماتے ہیں:

أن أهل الجاهلية كان أحدهم اذا حل ماله على غريمه فطالبه فيقول الغريم لصاحب الحق: زدني في الأل حتى أزيدك في المال، فيفعلان ذلك۔ (معالم التنزیل: جلد 1: ص262)

''جاہلیت کے زمانے میں جب کسی کے مال کی ادائیگی کی میعاد پوری ہو جاتی تو وہ اپنے قرض کا مطالبہ کرتا تو اس کا مقروض کہتا مدت بڑھا دو تو میں تمہارے قرض (کی رقم) میں اضافہ کر دوں گا۔ چنانچہ دونوں ایسا معاملہ کر لیتے۔''

2۔ امام ابو محمد عبد المنعم بن عبد الرحيم رحمه الله (متوفی: 547ھ) فرماتے ہیں:

ما كانت العرب تفعله من تاخير الدين بزيادة فيه فيقول احدهم لغريمه: أتقضي أم تربي؟ (احکام القرآن: جلد 1: ص 400)

''اہل عرب قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر اس میں زیادتی کا معاملہ کرتے تھے۔ پس قرض خواہ تاخیر کے سبب مقروض کو کہتا کہ قرض دیتے ہو یا مع سود دو گے؟

3۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ (متوفی: 606ھ) نے زمانہ جاہلیت کے اس معمول کی یوں وضاحت کی ہے:

و أما ربا النسيئة فهو الأمر الذي كان مشهوراً متعارفاً في الجاهلية، و ذلك أنهم كانوا يدفعون المال على أن يأخذوا كل شهر قدراً معيناً، و يكون رأس المال باقياً، ثم اذا حل الدين طالبوا المديون برأس المال، فان تعذر عليه الأداء زادوا في الحق و الأجل، فهذا هو الربا الذي كانوا في الجاهلية يتعاملون به۔

(التفسیر الکبیر: جلد 7: ص72)

''ادھار کا سود جاہلیت کے زمانے میں معروف و مشہور تھا۔ اس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ لوگ اپنا ادھار مال اس شرط پر لوگوں کو دیتے کہ اتنی مقدار ماہانہ سود دینا ہوگا اور اصل رقم بدستور باقی رہے گی۔ جب ادائیگی کی میعاد پوری ہو جاتی تو قرض دار سے ادائیگی کا مطالبہ کرتے۔ اگر وہ ادائیگی سے معذور ہوتا تو میعاد بڑھا دی جاتی اور اس میعاد کے بدلے میں سود بھی بڑھا دیا جاتا۔ یہی وہ ربا تھا جس پر جاہلیت کے زمانے میں معاملات ہوتے تھے۔''

امام فخر الدین رازی اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہما نے سود کے حوالے سے جو تعریفات بیان کیں، ہم انہیں پہلے ہی نقل کر چکے ہیں۔

4۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''لغت عرب میں ربا کا معنی زیادتی ہے۔ اصطلاح میں اس مقررہ زیادتی کو ربا کہا جاتا تھا جو کسی رقم کی ادائیگی میں دیر کرنے پر ادا کی جاتی تھی۔ اس کی مروجہ شکلیں یہ تھیں کہ کسی نے کوئی چیز خریدی، اگر وہ قیمت نقد ادا نہ کر سکتا تو ایک میعاد مقرر کی جاتی اور اگر وہ اس میعاد پر بھی قیمت ادا نہ کر سکتا تو میعاد بھی لمبی کر دی جاتی اور قیمت میں بھی اضافہ کر دیا جاتا۔ مثلاً دس روپے کی کوئی چیز لی اور ایک ماہ کے بعد قیمت ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ مہینہ گزرنے کے بعد اگر اسے دس روپے میسر نہ آئے تو وہ ایک مہینہ کی مہلت مزید طلب کرتا اور دس کی بجائے بارہ روپے ادا کرنے کا اقرار کرتا۔ ایک شکل یہ بھی تھی کہ کسی سے سو روپیہ مثلاً قرض لیا اور طے یہ پایا کہ مقروض ہر سال سو کے ساتھ دس روپے زائد ادا کرے گا۔ ان دونوں شکلوں کو اس وقت ربا کہا جاتا۔'' (ضیاء القرآن: جلد 1: صفحہ 193)

5۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رقم طراز ہیں:

''اصطلاحاً اہل عرب اس لفظ ''ربٰو'' کو اس زائد رقم کے لیے استعمال کرتے تھے جو ایک قرض خواہ اپنے قرض دار سے ایک طے شدہ شرح کے مطابق اصل کے علاوہ وصول کرتا ہے۔ اسی کو ہماری زبان میں سود کہتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن: جلد 1: صفحہ 210)

6۔ مولانا امین احسن اصلاحی ربا کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

''رَبَا، یَرْبُوْ، رِبَاءً کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے ''ربٰو'' ہے جس سے مراد وہ معین اضافہ ہوتا ہے جو ایک قرض دینے والا ایک مجرد مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصل رقم پر وصول کرتا ہے۔ جاہلیت اور اسلام دونوں میں یہ اصطلاح مذکورہ مفہوم کے لیے مشہور رہی ہے۔ اس کی شکلیں مختلف رہی ہیں لیکن اس کی اصل حقیقت یہی ہے کہ قرض دینے والا قرض دار سے ایک معین شرح پر صرف اس حق کی بنا پر اپنے دیئے ہوئے روپے کا منافع وصول کرے کہ اس نے ایک خاص مدت کے لیے اس کو روپے کے استعمال کی اجازت دی ہے۔'' (تدبر قرآن: جلد 1: صفحہ 586)

(جاری ہے)

☆☆☆

دعائے مغفرت — إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ کراچی شمالی کے سینئر رفیق جناب قاضی عبدالقادر کی ہمشیرہ اور ناظم دعوت حلقہ خبیب عبدالقادر کی پھوپھی انڈیا میں وفات پا گئیں

☆ واہ کینٹ کے رفیق انجم حمید کے چچا وفات پا گئے

☆ واہ کینٹ کے رفیق محمد عبداللہ کی والدہ وفات پا گئیں

☆ واہ کینٹ کے رفیق سہیل اکرم کے والد وفات پا گئے

☆ سیالکوٹ جنوبی کے ملتزم رفیق محترم اعجاز عنصر کے والد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے

☆ لاہور شرقی کے ملتزم رفیق محمد عمر دراز قریشی کی چچی وفات پا گئیں

☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر 1 کے رفیق جناب محمد زاہد علی صدیقی رحلت فرما گئے

☆ ہارون آباد غربی کے ملتزم رفیق محمد عظیم وفات پا گئے

☆ حلقہ پنجاب شمالی گلزار قائد کے ملتزم رفیق عثمان خاور کی والدہ وفات پا گئیں

☆ حلقہ جنوبی پنجاب ملتان شہر کے رفیق رجب علی کے والد محترم وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ستر اور حجاب: مسئلہ متنازع کیوں؟

بینا حسین خالدی (ایڈووکیٹ)

’’شریعت الٰہی کسی برائی کو محض حرام قرار دینے یا اُسے جرم قرار دے کر سزا مقرر کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ وہ اُن اسباب کا بھی خاتمہ کر دینے کی فکر کرتی ہے جو کسی شخص کو اُس برائی میں مبتلا ہونے پر اُکساتے ہوں، یا اس کے لیے موقع بہم پہنچاتے ہوں یا اس پر مجبور کر دیتے ہوں۔ نیز شریعت جرم کے ساتھ اسباب جرم، محرکات جرم اور رسائل و ذرائع جرم پر بھی پابندیاں لگاتی ہے تاکہ آدمی کو اصل جرم کی عین سرحد پر پہنچنے سے کافی پہلے ہی روک دیا جائے۔ وہ اسے پسند نہیں کرتی کہ لوگ ہر وقت جرم کی سرحدوں پر ٹہلتے رہیں اور روز پکڑے جائیں اور سزا پایا کریں۔ وہ صرف محتسب ہی نہیں ہے بلکہ ہمدرد، مصلح اور مددگار بھی ہے۔ اس لیے وہ تمام تعلیمی، اخلاقی و معاشرتی تدابیر اس غرض کے لیے استعمال کرتی ہے کہ لوگوں کو برائیوں سے بچنے میں مدد دی جائے۔‘‘

(تفہیم القرآن، ص376، سورۃ النور، از مولانا مودودیؒ)

شریعت الٰہی کی یہ مصلحتیں، آیات ستر و حجاب کے نزول کے پس منظر میں نمایاں طور پر محسوس کی جا سکتی ہیں۔ 5 ہجری سے 6 ہجری تک کے زمانے میں جب اسلامی ریاست کی معاشرتی و تمدنی زندگی کے ضابطے مقرر کیے جا رہے تھے، مختلف حالات و واقعات نے عرب معاشرے میں موجود شہوانیت کے غالب عنصر کی نشاندہی کی۔ اس کی حوصلہ شکنی اور تدارک کے لیے نہ صرف ’’غضِ بصر‘‘ (نگاہیں نیچی رکھنے) کا حکم الٰہی صادر ہوا بلکہ اہل ایمان کی عورتوں اور ازواج مطہرات کے لیے ستر و حجاب کے احکامات نازل ہوئے۔ حجاب کے متعلق قرآن حکیم میں سات آیات نازل ہوئیں جن میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 33، 35، 59 اور سورۃ النور کی آیت نمبر 24، 28، 30، 31 شامل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی آیت حجاب ایک دوسرے کو منسوخ کرنی والی یا ایک دوسرے کے برعکس نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے پر اضافی حیثیت رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر ساتر لباس کے حکم کے ساتھ دوپٹے یا اوڑھنی کے آنچل سینے پر ڈالے رہنے کے احکامات اضافی پردے کی صراحت کرتے ہیں۔ اِسی طرح زینت چھپانے کے حکم میں جس طرح نامحرم رشتے داروں سے زینت چھپانے کی ہدایات نازل ہوئی ہیں اسی طرح اپنے میل جول کی عورتوں کے علاوہ اجنبی عورتوں سے اور اُن عورتوں سے بھی جن کی سیرت و کردار نا معلوم یا غیر معروف ہو، گھریلو خواتین کے لیے زینت چھپانے کی ہدایات اضافی احکامات کا درجہ رکھتی ہیں۔ دورِ نبوت کے واقعات اور احادیث کے مطالعے سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی محترم حضرت محمد ﷺ نے ’’مخنث‘‘ افراد سے بھی پردے کا حکم فرمایا تھا۔ اسی طرح گھر سے باہر نکلتے ہوئے بڑی چادر جسے عربی زبان میں ’’جلباب‘‘ کہتے ہیں، عبایا یا عرف عام میں برقعے کے ساتھ حجاب کا حکم چہرہ چھپانے کے لیے اضافی حکم کی صراحت کرتا ہے۔ ازواج مطہرات کے بارے میں جب اہل اسلام مردوں کے لیے یہ حکم نازل ہوا کہ وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، تب بھی سورۃ الاحزاب کا یہ حکم کہ ’’جب تم (ازواج مطہرات) سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے کیا کرو، اس میں زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے‘‘ برقرار رہا...... کیا وحی کے ذریعے نازل کردہ اس رُتبے کے بعد ازواج مطہرات کے لیے پردے کا حکم ساقط کر دیا گیا تھا؟ تو پھر بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ’’ستر میں چہرہ شامل نہیں ہے اس لیے چہرے کا پردہ نہ کرنا واجب ہے، درست نہیں ہے۔ ستر تو وہ چیز ہے جسے محرم مردوں کے سامنے کھولنا بھی ناجائز ہے۔ رہا حجاب تو وہ ستر سے زائد ایک چیز ہے جسے عورتوں اور غیر محرم و اجنبی مردوں کے درمیان حائل کیا گیا ہے۔ فتاویٰ ابن تیمیہ اور بخاری شریف کی ایک حدیث کے مطابق نبی محترم حضرت محمد ﷺ نے حالت احرام میں عورتوں کو چہرے پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی نقاب اور دستانوں کا رواج عام تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ احرام کی حالت میں جب مرد حضرات ہمارے قریب سے گزرتے تو ہم اپنی چادریں اپنے سروں پر سے ڈھانپ لیتی تھیں اور ان کے گزرنے کے بعد منہ کھول لیتی تھیں۔ مشہور مالکی امام زرقانیؒ لکھتے ہیں:

’’حالت احرام میں عورت کے لیے اپنے چہرے کو چھپانا جائز ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے بچا سکے۔ اگر اسے فتنے کا علم یا گمان ہو یا اس کی طرف دیکھے جانے کا گمان ہو تو اس پر چہرے کا پردہ واجب ہے‘‘۔ (شرح مؤطا امام مالک 21/3)

متقدمین و متاخرین احناف کے نزدیک فتنے کی غیر موجودگی میں چہرہ عورت کے ستر میں داخل نہیں ہے، جب کہ فتنے کی موجودگی میں چہرے کا پردہ واجب ہے۔ امام ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: ’’نوجوان عورت کو نامحرم مردوں کے درمیان چہرہ کھلا رکھنے سے منع کیا جائے گا، اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ عورت کے ستر میں داخل ہے بلکہ فتنے کے ڈر سے منع کیا جائے گا۔‘‘

موجودہ دور پُرفتن ہے جس میں زنا کے اسباب و محرکات (بے پردگی و عریانی) پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکی ہے اور اس جرم کی سرحد تک لے جانے والے تمام رسائل و ذرائع عام ہیں۔ جن معاشروں اور خاندانوں میں ظاہری شرم و حیا اور حجاب و پردے کا اہتمام کیا جاتا ہے وہاں بھی موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعے نامحرم مرد و زن کے روابط کا فتنہ چور دروازے سے داخل ہو چکا ہے۔ کچھ عرصہ قبل سعودی عرب کے ممتاز عالم دین شیخ عبدالعزیز بن بازؒ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ اگر کوئی عورت انٹرنیٹ یا موبائل پر کسی نامحرم مرد سے chatting کر رہی ہوتی ہے (چاہے وہ اسلامی سائٹ ہی کیوں نہ ہو) تو وہ ایسا ہی ہے جیسے وہ کسی کمرے میں تنہا کسی نامحرم سے گفتگو کر رہی ہو۔۔ جو کہ واقعتاً حرام ہے۔

یہ فتویٰ نبی برحق حضرت محمد ﷺ کی اس حدیث مبارکہ کی بھی تائید کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے الفاظ ہیں:

’’دیکھنا آنکھ کا زنا ہے، کانوں سے (نامحرم) کی آواز کی لذت لینا کانوں کا زنا ہے، زبان سے لگاوٹ کی بات چیت کرنا زبان کا زنا ہے۔ ہاتھوں سے چھونا ہاتھوں کا زنا ہے، پیروں سے چل کر (ناجائز مقاصد کے لیے جانا) پیروں کا زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں

THYROID DISEASE OF THE AMERICAN FOREIGN POLICY

This little gland of yours is the powerhouse of your body. Just imagine about 6 feet of your body dependent on the energy supply from this obscure piece of the neck. And if it does not work effectively and efficiently, in the words of management science, you are just a sack of sand that you are unable to carry. You just do not have enough energy to function. Your muscles give up, you are either too cold or too warm, and your heart is either sinking in burden or feels like exploding in all that pressure to perform adequately. There are times when you think death would be easier than life. Every now and then you feel like making those friendly snakes around you finally happy who sob at your face on your failures and laugh out loud as soon as you turn your back.

On a personal level, I despise violence of all forms and shapes. I also find myself compassionate to a certain degree, so I often ask myself what drives America insane? Why is the American foreign policy a complete no-brainer? Why are they pushing the world to a complete catastrophe? If I knew American politicians I would ask them why they cannot see their policies from the eyes of the rest of the world? I really wish to understand if they cannot see that their policies have brought the world to the brink of total collapse instead of making it any safer.

I now recall Condoleezza Rice loved the phrase, "the new Middle East". The new Middle East that is emerging from the rubbles of the Arab Spring is horrid. Now enters Russia into Syria. Our dear masculine Vladimir Putin is increasingly fond of flexing and flashing his muscles just like his American counter-part. Syria adds to the many points of clashes between the "civilized", "honorable and honest", "defender of the world" West and the haughty, quirky, and the barbaric 'Rus'. Elsewhere in Asia, China is being encircled and enticed, the United States has successfully coerced Japan to militarize again, while it pampers the South Asian bully, India, to compete with her *Cathay* neighbor all the while it continues to harass its other neighbors. And except for South Africa and a couple of other negligible African countries, the entire black continent is ripped apart for I do not know what reason, do you? Those poor and starving "lesser humans" are being killed for centuries by the white-man for just existing I believe.

So, what is happening here? What we see in the world are mere symptoms of a deeper and more serious problem. I think America is sick. I think America has thyroid disease. It needs urgent medical care. I, for one, know for sure what terrible and depressing sickness that is. It is so lonely and cold to suffer from thyroid disease, and it makes you feel so insecure.

This new Middle East the Americans are trying to create is what Pepe Escobar calls "Piplineistan". This chronic American desire to infiltrate, secure, attack and occupy energy resources makes my hypothesis about America's thyroid disease even more valid. I can clearly relate with this American sense of acute shortage of energy.

I truly feel that we need to 'empathize' with this American medical condition. I have a proposition to make for the safety and security of the world. The government of Pakistan should convince 'brotherly' Middle

جب پوری ہوچکی ہیں تو شرم گاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔''

قرآن حکیم کے مطابق دو کبیرہ گناہ ایسے ہیں جن سے متنبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ''قریب بھی نہ جاؤ'' کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں مرد وزن کے متعلق یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایمان کے اس درجے پر پہنچ چکے ہیں جہاں مرد وزن کے آزادانہ اختلاط و روابط کے نتیجے میں کسی فتنے کے رونما ہو جانے کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ اگر بالفرض ایسا مان بھی لیا جائے تب بھی حدیث متذکرہ بالا کے الفاظ پر غور فرمایئے کہ ''غضِ بصر'' کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نامحرم عورت کو مسلسل دیکھتے رہنا، بِذَاتِہٖ زنا ہے۔ عورتوں کے لیے یہ حکم ہے کہ نامحرم سے بات کرتے ہوئے آواز میں نرمی اور لوچ پیدا نہ کرو اور نہ ہی بلا ضرورت اپنی آواز ان کو سنواؤ۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لگاوٹ کی بات چیت زبان اور کانوں کا بِذَاتِہٖ زنا ہے۔ کانوں سے نامحرم عورت کی خوبصورت آواز سننا، خواہ وہ گیت، گانے، ترانے، یا قوالی کی صورت ہی میں کیوں نہ سنائی دیتی ہو، بِذَاتِہٖ زنا ہے۔ اس جرم میں حصہ لینے والے یہ اعضاء ظاہر ہے کہ آخرت میں خود گواہی دیں گے کہ اعضائے رئیسہ کے حامل نے زنا کاری کے جرم میں ہمیں استعمال کیا تھا۔ کیا یوم عدل و حساب کے دن یہ ممکن ہے کہ ان اعضاء کو زنا کاری کی سزا دینے کے لیے جسم سے علیحدہ کر کے جہنم کے حوالے کر دیا جائے اور باقی جسم جو اس جرم میں ملوث نہیں تھا اُسے جنت میں بھیج دیا جائے؟ خدائے واحد جو دلوں میں پیدا ہونے والے افکار و خیالات اور نیتوں کے حال تک جانتا ہے، کیا وہ نہیں جان پائے گا کہ شہوانی جذبات کو اُبھارنے والے شعروں، نغموں اور ہیجان خیز موسیقی کے سرگم نے دل و دماغ پر کیا اثر ڈالا تھا؟ فلموں، ڈراموں اور عریاں تصاویر نے آنکھ کے ذریعے دل میں اُتر کر خون میں دوڑتی ہوئی فطری جبلت کے تقاضوں کو متحرک کیا تھا یا نہیں؟ فطرت کے ان جبلی تقاضوں کی تسکین کے لیے شریعت الٰہی نے جو جائز اور حلال راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، کیا ہمارے معاشرے نے اُس راستے کو اختیار کرنا ایک فرد کے لیے مشکل ترین نہیں بنا دیا؟ تو پھر معاشرے میں ہم جنس پرستی، بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور خواتین کی عصمت دری کے واقعات عام کیوں نہ ہوں گے۔

فتنوں کی یلغار کے اس دور میں ہونا تو یہ چاہیے کہ قانونِ الٰہی جس برائی کو جرم قرار دیتا ہے، اسلامی ریاست میں قانون و انتظام کی تمام طاقتیں اس کی بیخ کنی کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ تعلیم و تربیت کے تمام ادارے اسی سے بچنے کے لیے ذہن و کردار تیار کریں۔ منبر و محراب سے اُسی کے خلاف آواز بلند ہو، معاشرہ اُسی کو معیوب ٹھہرائے اور معیشت کے ہر کاروبار میں وہ ممنوع ہو جائے۔ لیکن اس کے برعکس اسلامی معاشرے میں بے پردگی و عریانی کے ذریعے پھلنے پھولنے والی برائی کے خلاف مصلحت پرستانہ چشم پوشی اور حکومتی سطح پر مجرمانہ خاموشی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس پر مستزاد علمائے کرام کی یہ بحث کہ چہرے کا پردہ واجب ہے یا غیر واجب اور فقہی مشیر وفاقی شرعی عدالت ڈاکٹر اسلم خاکی کے یہ بیانات کہ مخلوط تعلیم اور مخلوط معاشرت خلاف اسلام نہیں اور چہرے کا پردہ نہ کرنا واجب ہے، اسلامی تہذیب و تمدن اور تعلیمات کے خلاف اور شعائر دینی (پردہ) کا تصور مسخ کرنے کی ایک سازش کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ وزارت مذہبی امور کے ذمہ داران، تمام علمائے کرام، دینی جماعتوں اور تحریکوں کے امراء و قائدین اُن کے ان بیانات کا فوری نوٹس لیں اور وفاقی شرعی عدالت اس ضمن میں اپنے فقہی مشیر سے وضاحت طلب کرے کہ دین کی کون سی تعلیمات اور کن دلائل کی روشنی میں انہوں نے یہ بیانات جاری فرمائے ہیں! خدا ہم سب کو دین سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

Eastern and Central Asian states to offer our American godfather a fair share of the world's energy racket free of charge and on the condition that they would agree to leave the rest of the world on its own and never mind what happens east of the Atlantic. I truly believe that in no time the world will be completely normal again and we will successfully

postpone apocalypse and rapture for at least a few centuries.

In the end, we also need to convince our American friends to get hospitalized and receive treatment for their thyroid disease. We truly need the Americans to be doing what they are actually good at; innovation, scientific progress, entrepreneurialism, education and healthcare. Their efforts in global politics and leadership is neither good for them nor for us.

Source: ***Adapted from an article by Bilal Khan***

شہیدوں کو سلام

تم پر سلام ہو اُن رستوں پر چلنے والوں جو رستے ہم سے روٹھ گئے ہیں

اقتباس از ''شوقِ آوارگی'' (سفرنامہ عطاء الحق قاسمی)

مرسلہ: نعیم اختر عدنان

روشنیوں سے جگ مگ کرتا استنبول میری نظروں کے سامنے تھا اور مسجدوں کے اس شہر کے ہزاروں مینار میرے سامنے فخر سے سینہ تانے کھڑے تھے۔ مجھے ان لمحوں میں اچانک محسوس ہوا کہ میں قسطنطنیہ میں ہوں۔ 1415ء میں سلطان محمد فاتح ؒ اپنے بحری جہازوں کو تختوں پر لگی چربی کی مدد سے دھکیل کر انہیں رومیوں کے ناقابل تسخیر قلعے تک لے جاتا ہے۔ رومی فوج قلعے کے باہر، خشکی پر، منجنیقوں سے لیس بحری جہازوں کو دیکھتی ہے۔ اُسے جنوں بھوتوں کا کارنامہ سمجھ کر اُن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور قلعہ فتح ہو جاتا ہے۔ ایک اور بڑی بادشاہت کے کنگرے گر جاتے ہیں۔ اس سے قبل کتنی ہی مرتبہ یہ کوشش ناکام ہو چکی تھی اور ہزاروں سرفروش اس قلعے کے سامنے جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جن کے دروازے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پہنچ کر رک گئی تھی، اس قلعہ کی دیوار کے ساتھ مدفون ہیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کے پاس پہنچتا ہوں، اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لیتا ہوں اور مؤدب کھڑا ہو جاتا ہوں اور اُن شہیدوں پر سلام بھیجتا ہوں! تم پر سلام ہو اُن رستوں پر چلنے والو، جو رستے ہم سے روٹھ گئے ہیں (جہاد و قتال کے معرکے)۔ تم پر سلام ہو ان منزلوں کو چھونے والو جو منزلیں ہم سے دور ہو گئی ہیں اور تم پر سلام ہو اُس موت سے محبت کرنے والو جو ہماری زندگیوں سے ارفع و اعلیٰ ہے! گہرے پانیوں پر تیرنے والے نیلے پرندو تم پر سلام ہو!

MULTICAL-1000
Calcium+Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet
Feel Energetic and Strong
Healthy BONES Active You
MULTICAL-1000 2 in 1
MULTICAL-1000
Also suitable for diabetic patients
Calcium
Calcium helps children and adults grow strong bones
Vitamin C
It supports immune function, & thus prevents fatigue caused by infections
Composition
Each sachet contains
Calcium lactate gluconate...1000 mg
Calcium carbonate.............. 327 mg
Vitamin C......................... 500 mg
Folic Acid.................................1 mg
Vitamin B 12........................250 µg
Tasty & Tangy
Sweetened with Aspartame
Full prescribing information is available on request
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
PHARMA
Your Health our Devotion